سپلیمنٹری ریڈنگ میٹریل

مطالعۂ پاکستان

برائے جماعت نہم

قومی نصاب ۲۳-۲۰۲۲ء کے مطابق

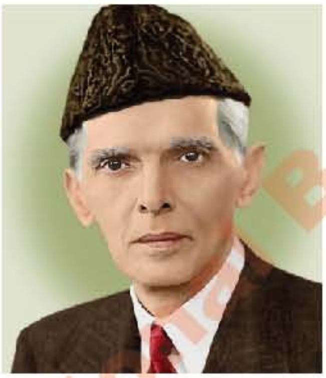
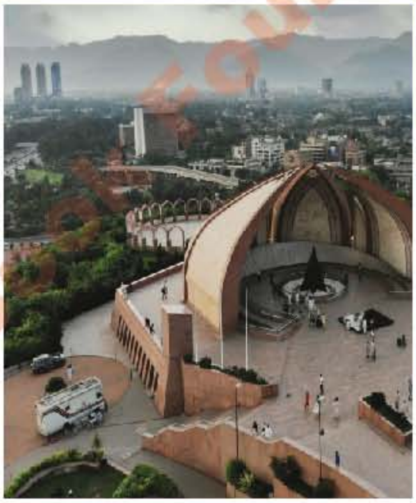

نیشنل بک فاؤنڈیشن
بطور
وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد

National Book Foundation

National Book Foundation

قومی نصاب ۲۳-۲۰۲۲ء کے مطابق

سپلیمنٹری ریڈنگ میٹریل

مطالعۂ پاکستان

برائے جماعت نہم

قومی نصاب کونسل

وفاقی وزارتِ تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت حکومتِ پاکستان

National Book Foundation

نیشنل بُک فاؤنڈیشن

بطور

وفاقی ٹیکسٹ بُک بورڈ، اسلام آباد

©2024، نیشنل بک فاؤنڈیشن بطور وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد
جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی شکل میں
نیشنل بک فاؤنڈیشن کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

سپلیمنٹری ریڈنگ میٹریل: مطالعہ پاکستان

برائے جماعت نہم

مصنفین

ڈاکٹر کامران نسیم، شمسہ مفتی، خدیجہ سلیم، حفصہ اختر

مترجم

تابندہ ملک، عنبر کاشف

انتظامیہ

نیشنل بک فاؤنڈیشن

اشاعت اول۔ طباعت اول: مارچ 2024ء | صفحات: 156 | تعداد: 75000

قیمت: -/225

کوڈ: STU-496، آئی ایس بی این: 978-969-37-1592-7

طابع: ایچ ڈبلیو پی پرنٹنگ پریس، لاہور

نوٹ: اس کتاب میں موجود تمام تصاویر، پینٹنگز اور خاکے عوامی مفاد میں تعلیمی اور تشہیری مقاصد کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر مطبوعات کے بارے میں معلومات کے لیے رابطہ کیجیے

ویب سائٹ: www.nbf.org.pk یا فون: 051-9261125

یا ای میل: books@nbf.org.pk

اور اس درسی کتاب کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے ہمیں ای میل کیجیے

nbftextbooks@gmail.com, textbooks@snc.gov.pk

TEST EDITION

National Book Foundation

پیش لفظ

یہ درسی کتاب نیشنل بک فاؤنڈیشن نے پاکستان کے قومی نصاب 23-2022 کے مطابق تیار کی ہے۔ اس کتاب کا مقصد سیکھنے والوں میں منطقی سوچ پیدا کرنے کے ذریعے سیکھنے کی صلاحیتوں کو بڑھانا ہے، اور پچھلے درجات سے سیکھنے کی بنیاد کو منظم طریقے سے استوار کرتے ہوئے اعلیٰ ترتیب والی سوچ کے عمل کو فروغ دینا ہے۔ موجودہ نصابی کتاب کا ایک اہم زور متعارف کرائے گئے تصورات اور طریقوں سے حقیقی زندگی میں ربط پیدا کرنا ہے۔ یہ نقطہ نظر طلباء کو روزمرہ کی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے قابل بنانے کے ارادے کے ساتھ وضع کیا گیا تھا جب وہ سیکھنے کے منحنی خطوط کو اوپر جاتے ہیں اور ان کے لیے اس تصوراتی بنیاد کو پوری طرح سے سمجھ سکتے ہیں جس پر بعد کے درجات میں تعمیر کیا جائے گا۔

ماہرین اور تجربہ کار مصنفین کی کاوشوں کے امتزاج کے بعد اس کتاب کا جائزہ لیا گیا اور پیشہ ور ماہرین تعلیم کے وسیع جائزوں کے بعد اسے حتمی شکل دی گئی۔ مواد کو طالب علم دوست بنانے اور تصورات کو دلچسپ انداز میں تیار کرنے کی کوشش کی گئی۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن اپنی کتابوں کے معیار میں بہتری کے لیے ہمیشہ کوشاں ہے۔ موجودہ کتاب کو نوجوان سیکھنے والوں کے لیے پرکشش بنانے کے لیے ایک بہتر ڈیزائن، بہتر مثال اور حقیقی زندگی سے متعلق دلچسپ سرگرمیاں پیش کی گئی ہیں۔ تاہم، بہتری کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے اور اس کتاب کے بعد کے ایڈیشنوں کو مزید تقویت بخشنے کے لیے طلبہ، اساتذہ اور کمیونٹی کی تجاویز اور آراء کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔

اللہ ہماری مدد اور رہنمائی فرمائے (آمین)

ڈاکٹر راجہ مظہر حمید
مینجنگ ڈائریکٹر

National Book Foundation

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

فہرست مضامین

حصہ اوّل: تاریخ پاکستان

سبق نمبر 1: پاکستان کی نظریاتی بنیاد 05

سبق نمبر 2: پاکستان کا قیام 21

حصہ دوم: جغرافیہ پاکستان

سبق نمبر 3: سرزمین پاکستان 43

سبق نمبر 4: پاکستان کا قدرتی جغرافیہ اور نباتات 53

سبق نمبر 5: پاکستان کی آب و ہوا اور ماحولیاتی خطرات 71

حصہ سوم: پاکستان کے وسائل اور اقتصادی ترقی

سبق نمبر 6: آبی وسائل 92

سبق نمبر 7: آبادی کا ڈھانچہ اور نمو 105

سبق نمبر 8: زراعت، مویشی اور ماہی گیری 117

سبق نمبر 9: ٹرانسپورٹ اور تجارت 143

National Book Foundation

سبق

01

حصہ اوّل

تاریخِ پاکستان

پاکستان کی نظریاتی بنیاد

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- تاریخی شواہد اور علمی تجزیہ کا استعمال کرتے ہوئے، نظریہ پاکستان کی بنیاد کو اسلام کی بنیادی اقدار اور ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی اور سماجی محرومیوں سے ان کا تعلق۔
- نظریہ پاکستان کا اندازہ قائداعظم اور علامہ اقبال کے بیانات کے حوالے سے کریں گے، جس میں ایک مسلم ریاست کے لیے ان کا نظریہ اور پاکستان کے تشخص اور حکمرانی میں اسلام کا کردار شامل ہے۔
- برطانوی استعمار کی تعریف اور برصغیر پاک و ہند میں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اس کے اثرات۔
- ایک مصلح کے طور پر سر سید احمد خان کے نمایاں کردار کے بارے میں جانیں گے، جن کی کوششوں نے مغربی دنیا کے ساتھ روابط اور علی گڑھ تحریک کے قیام نے تحریک پاکستان کی کامیابی میں کیا اہم کردار ادا کیا۔

National Book Foundation

نظریہ

کیا آپ جانتے ہیں؟

اصطلاح "نظریہ "سب سے پہلے ۱۸ویں صدی کے آخر میں فرانسیسی فلسفی اطوان دیستو دی تریسی نے وضع کی تھی۔اس نے اسے نظریات اور عقائد کی سائنس کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا،خصوصاًاس بات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے کہ ان نظریات نے انسانی رویے اور معاشرے کو کیسے متاثر کیا۔

لفظ نظریہ(آئیڈیالوجی) کا مطلب ہے "خیالات کی سائنس"۔"خیال"ایک بنیادی تصور ہے جس پر ایک "نظام" بنایا جاتا ہے۔اور ایسی سوچ جو عملی اقدام اٹھانے پر مجبور کرے دراصل نظریہ کہلاتی ہے۔

نظریہ کسی ملک یا گروہ کے نظریات، اقدار اور اہداف کا مجموعہ ہوتا ہے۔یہ لوگوں کے صحیح اور غلط کے شعور میں گہرائی تک سرایت کرتا ہے۔یہ خیالات کا ایک مجموعہ ہے، عمل کے لیے ایک ڈھانچہ ہے،اور قوانین کا ایک مجموعہ ہے جو انسانی اعمال کو زندگی کا نظم اور معنی دیتا ہے۔

نظریہ موجودہ سیاسی، سماجی اور معاشی عمل کو دیکھتا ہے اور لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ کیسے کام کرتے ہیں۔یہ بعض افعال اور خیالات کی حمایت کرتا ہے اور بعض کو نامنظور کرتا ہے۔اسی طرح نظریہ کسی ملک کو نئی سمت اور نقطہ نظر دیتا ہے اور اسے عملی جامہ پہنانا متعلقہ لوگوں پر منحصر ہوتا ہے۔

ایک ملک کا نظریہ اس کے شہریوں کی ذہنی حالت، ان کے احساسات، خواب، خواہشات، نظریات، مقاصد اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کی مسلسل خواہش کو ظاہر کرتا ہے۔کسی بھی نظریے کی اہمیت اس بات سے ہوتی ہے کہ اس کے ماننے والے اس کے کتنے پابند ہیں۔

نظریہ کی اہمیت

لوگوں کے عقائد نظریہ سے جھلکتے ہیں۔اس سے ممالک زندہ دکھائی دیتے ہیں۔لوگوں کے قومی حقوق اور فرائض کی وضاحت نظریے کے ذریعے کی جاتی ہے۔ نظریہ قومی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے۔نظریہ لوگوں کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ہر قسم کی رکاوٹوں کو عبور کرنے کی طاقت دیتا ہے۔نظریہ مقاصد کے حصول کے لیے مزاحمت کے جذبے کو پروان چڑھاتا ہے اور ان کے حصول کی ضمانت دیتا ہے۔بعض اوقات نظریہ انقلاب کا سبب بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں نئے نقطہ نظر پیدا ہوتے ہیں۔

نظریہ پاکستان سے مراد ایک علیحدہ مملکت کا قیام ہے۔جس میں برصغیر کے مسلمان قرآن وسنت کے مطابق اسلامی اقدار اور نظریات کو محفوظ رکھ سکیں اور اپنی زندگیاں اسلام کے شاندار اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔یہ وہ نظریاتی بنیاد ہے جس پر برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے تشخص، حقوق، الگ ملک اور قومی فلاح کے لیے جدوجہد کی۔پاکستان کے وجود کا دارومدار اس نظریے پر ہے جس نے اسے جنم دیا۔برصغیر کے مسلمانوں نے اسی نظریے پر پاکستان کی بنیاد رکھی تھی اور یہی نظریہ اسے مضبوط اور مستحکم رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔پاکستان بنیادی طور پر اسلامی تعلیمات کو عملی شکل دینے کے لیے قائم کیا گیا۔

پاکستانی نظریہ کی بنیاد اسلام کے بنیادی اصولوں سے متاثر ہو کر پڑی، جو استعماری یا نوآبادیاتی ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی اور سماجی مشکلات کی وجہ سے وجود میں آیا۔آیئے ہم تاریخی ترتیب اور ان اہم عناصر کا جائزہ لیں جن کی وجہ سے نظریہ پاکستان وجود میں آیا۔

National Book Foundation

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کے حالات

اٹھارویں صدی کے وسط سے ۱۹۴۷ تک برصغیر پاک و ہند، برطانوی نو آبادیاتیوں کے تابع رہا۔ برطانوی حکومت کے دور میں مسلمانوں کو مذہبی اقلیت کے طور پر بے شمار رکاوٹوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں معاشی، سیاسی اور سماجی اختلافات بھی شامل ہیں۔

معاشی تفرقہ

مشترکہ اقتصادی اہداف بھی کسی ملک کے نظریہ کا ماخذ ہوتے ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کی معاشی حالت خاص طور پر ۱۸۵۷ کے بعد بگڑ چکی تھی۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کو یقین ہو گیا کہ جنگ کی اصل وجہ مسلمان ہیں اور وہ مستقبل میں دوبارہ یہ کوشش کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً، انگریز مسلمانوں کے مخالف رہے، اور مسلمان معاشی طور پر نظر انداز ہوتے رہے۔

اضافی سرگرمی:

ایک اندازے کے مطابق ۱۸۵۷ میں ہندوستان کی مجموعی ملکی پیداوار برطانیہ سمیت کئی مغربی ممالک سے زیادہ تھی۔ اب انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع کی مدد سے اُس وقت کی ہندوستان کی مجموعی ملکی پیداوار معلوم کریں جب ۱۹۴۷ میں انگریزوں نے ہندوستان چھوڑا۔

زمینیں جو ایک اہم معاشی وسیلہ ہوتی ہیں، ان کی ملکیت انگریزوں اور ہندو اشرافیہ میں منتقل ہو گئیں، جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان زمینوں سے محروم اور معاشی طور پر بدحال ہو گئے۔ ان تمام وجوہات کی بناء پر مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیاں کم ہوتی گئیں لیکن پھر بھی وہ اپنے نظریے سے دستبردار نہیں ہوئے۔ اقتصادی عدم مساوات کی چند مثالیں جن کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا درج ذیل ہیں:

- نو آبادیاتی ہندوستان میں زمینیں ایک اہم معاشی ذریعہ تھی۔ تاہم، مسلمانوں کو زمین کی ملکیت میں کافی تضادات کا سامنا کرنا پڑا، خاص طور پر ایسی جگہوں پر جہاں بنیادی طور پر زرعی معیشت تھی۔ زیادہ تر مسلمان مزدوری کرتے تھے اور زمینیں ہندوؤں اور انگریز جاگیرداروں کی ملکیت تھیں۔ زمینوں کی تقسیم کا یہ فرق معاشی عدم مساوات میں اضافے کا سبب بنا۔
- معاشی امکانات کو متاثر کرنے والا ایک اور اہم عنصر تعلیم تھا۔ نو آبادیاتی دور میں مسلمان، خاص طور پر دیہی علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کو عصری تعلیم تک رسائی سے محروم رکھا گیا۔ ہنر مند پیشوں میں ان کی مہارت کی کمی اور معاشی امکانات تک ان کی رسائی کے لیے ان کی نااہلی ان کی تعلیم کی کمی کی وجہ سے تھی۔ جس سے معاشی عدم مساوات میں اضافہ ہوا۔
- برطانوی ہندوستان میں نوکری پیشہ لوگوں میں امتیازی سلوک عام تھا۔ بہت سے مسلمانوں کو حکومتی اور برطانوی اداروں میں نوکریاں حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا تھا۔
- امتیازی روزگار کے طریقوں اور انتظامی اور اقتصادی اداروں میں نمائندگی کی کمی کی وجہ سے مسلمانوں کی معاشی نقل و حرکت میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔
- ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ کشیدگی اور فسادات کی وجہ سے معاشی سرگرمیاں رک جاتیں۔

National Book Foundation

- اس طرح کے فسادات کے دوران عام طور پر مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑتا، ان کے مکانات، کاروبار اور ذریعہ معاش کو نشانہ بنایا جاتا، جس کے نتیجے میں انہیں معاشی نقصان اٹھانا پڑتا۔
- مسلمانوں کو قرضوں اور مالی وسائل تک رسائی حاصل نہیں تھی۔ قرضے دینے کی امتیازی پالیسیوں اور ضروریات کو پورا کرنے والے مالیاتی اداروں کی کمی کی وجہ سے مسلمانوں کو کاروباری اداروں یا زراعت میں مشغول ہونا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔
- زمینداری نظام، جس میں ثالثوں (زمینداروں) کو انگریزوں کی جانب سے کسانوں سے ٹیکس وصول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، اکثر دیہی مسلمانوں کا استحصال کرتا تھا۔ ان ثالثوں نے بعض اوقات ضرورت سے زیادہ زمین کے کرایے اور ٹیکس نافذ کیے، جس سے مسلمان کسانوں کی معاشی حالت بدتر ہوتی جا رہی تھی۔
- ان عدم مساوات کی بنا پر مسلمانوں کے سماجی و اقتصادی حالات خراب ہوتے چلے گئے، اور انہوں نے سماجی اور اقتصادی انصاف کے مطالبات کے ساتھ ساتھ سیاست میں نمائندگی کا مطالبہ بھی کرنا شروع کر دیا۔

سماجی اور سیاسی بے اختیاری

ملکہ وکٹوریہ

انگریزوں نے ہندوستانی معاشرے میں مذہبی اختلافات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے حربے کی تائید کی۔ مسلمانوں کو اکثر سیاسی طور پر نظر انداز کیا جاتا تھا، اور انتظامیہ کے اہم عہدوں پر ان کی نمائندگی میں نمایاں کمی واقع ہوئی تھی۔

برطانوی نوآبادیاتی دور میں مسلمانوں کی سیاسی پسماندگی کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- نوآبادیاتی انتظامیہ اور دیگر کمیونٹیز نے مسلم ثقافتی طریقوں اور روایات کو یا تو نظر انداز کیا یا غلط سمجھا۔ جس نے ثقافتی تنہائی اور سماجی بیگانگی کے جذبات کو بڑھا دیا۔
- ایسے علاقوں میں جہاں دوسرے مذاہب کا زور ہوتا، مسلمانوں کو سماجی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ کبھی کبھار، فرقہ وارانہ کشیدگی تشدد اور سماجی اخراج میں پھوٹ پڑ جاتی، جس سے مزید تقسیم اور امتیاز پیدا ہوتا۔
- برصغیر میں آباد ہونے کے بعد، انگریزوں نے ایک ایسا نظام تعلیم قائم کیا جس میں انگریزی زبان کو اہمیت حاصل تھی۔ مسلمانوں کی اکثریت نے اس نئے تعلیمی نظام کی مخالفت کی۔
- برطانوی ہندوستان میں اہم عہدوں پر مسلمانوں کی نمائندگی کم تھی۔ انگریز اکثر ملازمتوں کے لیے ہندوؤں کو ترجیح دیتے تھے۔ نتیجتاً مسلمانوں کو سیاسی طور پر خارج کیے جانے کا احساس ہوا۔

- مسلمانوں کو اکثر اہم سیاسی مشاورت سے دور رکھا جاتا۔ مثال کے طور پر پہلی جنگ عظیم میں ہندوستان کی شرکت کے بارے میں فیصلے ہندوستانی حکام، خاص طور پر مسلم لیڈروں کے ساتھ مناسب مشاورت کے بغیر لیے گئے تھے۔
- اگرچہ قانون ساز اداروں میں مسلمانوں کی کچھ نمائندگی تھی، لیکن یہ ان کی حقیقی آبادی کی عکاسی نہیں کرتی تھی۔ جس نے سیاسی اور سماجی مفادات کی کامیابی کے ساتھ وکالت کرنے کی ان کی صلاحیت کو متاثر کیا۔
- جب برطانوی انتظامیہ نے ۱۹۲۷ میں ہندوستانی آئین کے عمل کا مطالعہ کرنے کے لیے ایک آل برٹش سائمن کمیشن بنانے کا فیصلہ کیا تو ہندوستانی، خاص طور پر مسلمان، مشتعل ہو گئے اور کمیشن میں ہندوستانی نمائندگی کا مطالبہ کیا۔
- تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون جیسے سیاسی انقلاب کے ادوار میں، برطانوی حکام نے اکثر جابرانہ ہتھکنڈے استعمال کیئے اور بہت سے مسلم رہنماؤں کو یا تو گرفتار کر لیا گیا یا خاموش کر دیا گیا، جس سے ان کے لیے سیاسی عمل میں حصہ لینا مشکل ہو گیا۔
- ہندو احیا کی تحریکیں مسلمانوں کے خلاف مزید مخالف ہو گئیں۔ ۱۸۵۷ کے بعد، ہندی-اردو تنازعہ وسیع مسلم سلطنت کے مسلم ورثے اور میراث پر سب سے بڑا ہندوانہ حملہ تھا۔ اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دیتے ہوئے ہندو اس کے خلاف متعصب تھے۔
- انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہندی کی جگہ اردو کو سرکاری زبان بنایا جائے۔ ۱۸۶۷ میں بنارس میں اردو کے خلاف ہندوؤں کا مظاہرہ اردو ہندی تنازعہ کا آغاز تھا۔
- یہ مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ برطانوی ہندوستان میں مسلمان کس طرح امتیازی قانون سازی، کم نمائندگی، اور "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی برطانوی پالیسی کے نتیجے میں سماجی اور سیاسی طور پر پسماندہ تھے۔

اسلام کی بنیادی اقدار

پاکستانی نظریہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی ہندو تہذیب کے اندر اپنی مخصوصیت کو برقرار رکھنے کی خواہش سے پیدا ہوا۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ اسلام اور ہندومت صرف دو مذاہب نہیں ہیں بلکہ مختلف ثقافتوں کے ساتھ زندگی کے دو سماجی نظام بھی ہیں۔ مسلم قومیت کی بنیاد علاقائی، لسانی یا نسلی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک قوم ہیں کیونکہ وہ ایک ہی عقیدہ، اسلام کا اشتراک کرتے ہیں۔ اسلام کے چند امتیازی اصول حسب ذیل ہیں:

- اسلام نسل، قومیت یا سماجی اقتصادی حالت سے قطع نظر تمام لوگوں کی اندرونی مساوات کو فروغ دیتا ہے۔ اس اصول کی مخالفت نوآبادیاتی ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی اور سماجی خرابیوں کی وجہ سے ہوئی۔

National Book Foundation

- اسلام سماجی اور معاشی مساوات کو فروغ دیتا ہے۔ نوآبادیاتی کنٹرول میں مسلمانوں کی معاشی ناہمواریوں اور سیاسی پسماندگی کو اس اسلامی اصول کی خلاف ورزی تصور کیا جاتا تھا۔
- اسلام خود ارادیت اور مسلمانوں کے اپنے عقائد کے مطابق عمل کرنے اور حکومت کرنے کے حق کو فروغ دیتا ہے۔ ایک الگ مسلم ریاست کے مطالبے کے پیچھے خود ارادیت کی تڑپ ایک بڑی محرک تھی۔

نظریہ پاکستان اور قائداعظم

کسی بھی قوم کے لیے قائد کی رہنمائی نظریے کی کامیابی کے لیے بہت ضروری ہے۔ علم، شعور، محرک، سمت اور دشمنوں کے خلاف دفاع کی خصوصیات اچھی قیادت میں شامل ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی ہی اچھی قیادت نصیب ہوئی، جن میں سب سے اہم رہنما قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کا پاکستان کے لیے وژن بہت سے بنیادی عقائد اور تاثرات میں جھلکتا ہے۔ جو پاکستانی نظریہ کی بنیاد کے طور پر کام کرتے ہیں۔ قائداعظم کے قول و فعل نے پاکستان کے اصل فلسفے پر روشنی ڈالی:

- دو قومی نظریہ، جس نے اس بات پر زور دیا کہ برطانوی ہندوستان میں ہندو اور مسلمان الگ الگ مذہبی، ثقافتی اور سماجی شناخت کے ساتھ دو مختلف قومیں ہیں، یہ ایک ایسی چیز تھی جس پر قائداعظم جذبہ یقین رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کے دفاع کے لیے اس تصور نے ایک علیحدہ مسلم ریاست 'پاکستان' کے مطالبے کی بنیاد کا کام کیا۔ قائداعظم نے فروری ۱۹۳۵ میں قانون ساز اسمبلی میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے 'قوم' کی اصطلاح استعمال کی۔ انہوں نے کہا کہ جب مذہب، ثقافت، نسل، فنون، موسیقی اور دیگر عوامل کو یکجا کیا جائے تو اقلیت ایک الگ وجود رکھتی ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح

اساتذہ کے لیے نوٹ: طلباء کو اسلام کی ان بنیادی اقدار کے بارے میں مزید جاننے کی ترغیب دیں۔ جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کی منزل تک پہنچنے کے لیے نقشے کا کام کیا۔

National Book Foundation

- قائداعظم اکثر پاکستانی اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔ انہوں نے پاکستان میں نسلی، لسانی اور ثقافتی گروہوں کے تنوع پر قابو پانے کے لیے قومی یکجہتی کی ضرورت پر زور دیا۔
- قائداعظم چاہتے تھے کہ پاکستان حقیقی معنوں میں ایک جمہوری ملک ہو۔ انہوں نے ہمیشہ قانون کی حکمرانی، نمائندہ طرزِ حکمرانی اور ایک ایسے آئین کی اہمیت پر زور دیا جو تمام شہریوں کی آزادی اور حقوق کا تحفظ کرے۔
- قائداعظم پاکستان کی معاشی ترقی اور خوشحالی کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ملک اور اس کے شہریوں کی فلاح و بہبود کا انحصار مضبوط معیشت پر ہے۔
- قائداعظم نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہو گا جہاں مسلمان اور دیگر مذہبی اقلیتیں کھلے عام اور ظلم و ستم کے خوف کے بغیر اپنے عقائد پر عمل کر سکیں گی۔ وہ اکثر اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور مذہبی رواداری کے حق میں بات کرتے تھے۔ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں انہوں نے اسلامی ریاست کے تصور کی وضاحت اس طرح کی:

"آپ اپنی عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا مسلک سے ہو لیکن اس کا ریاست سے کوئی لینا دینا نہیں۔"

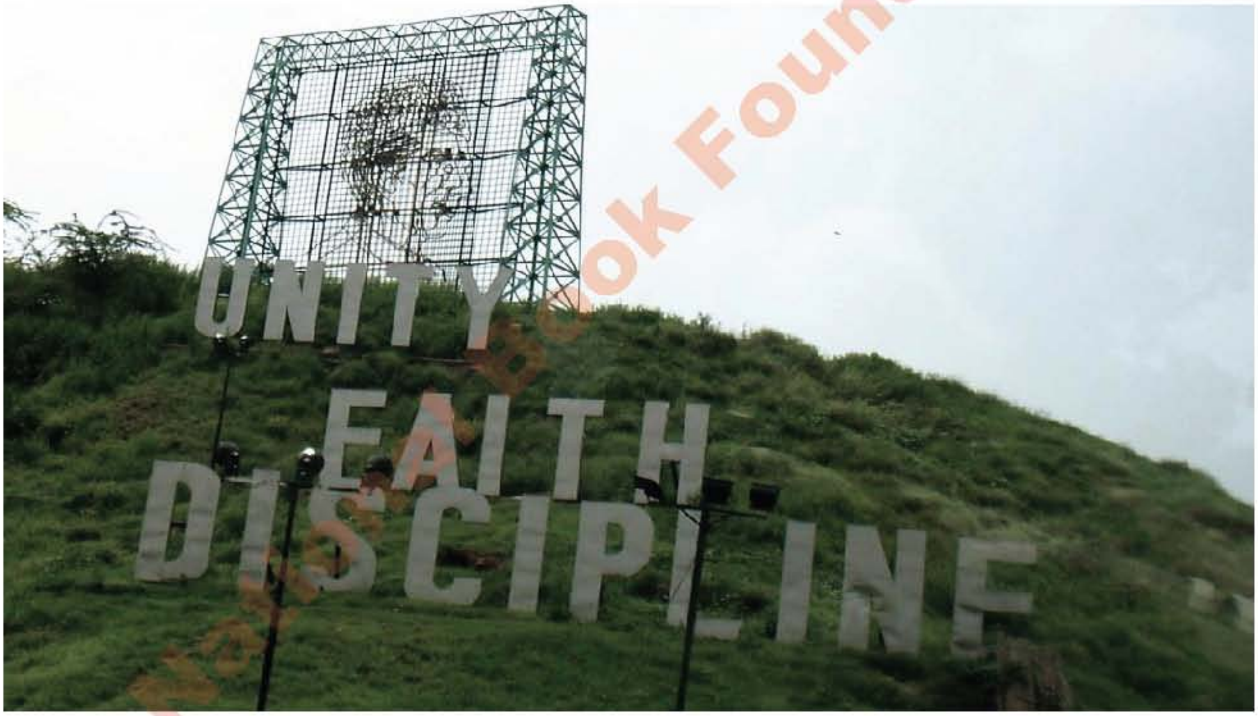

- قائداعظم نے سماجی انصاف اور مساوات کی اقدار پر زور دیا۔ وہ ایک ایسا معاشرہ بنانا چاہتے تھے جہاں ہر کسی کو یکساں مواقع اور حقوق حاصل ہوں، چاہے وہ کسی بھی پس منظر سے تعلق رکھتے ہوں۔ انہوں نے ذات پات، مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر تعصب کے خلاف آواز اٹھائی۔ قائداعظم چاہتے تھے کہ پاکستان دیگر اقوام کے ساتھ برابری اور ایک دوسرے کے احترام کے نظریات کی بنیاد پر خوشگوار تعلقات رکھے۔ ان کا مقصد پاکستان کو دنیا میں ایک تسلیم شدہ آزاد اور خود مختار مملکت بنانا تھا۔
- اگرچہ قائداعظم کے عصری، جمہوری اور جامع پاکستان کے منصوبے کو وقت کے ساتھ ساتھ بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن یہ آج بھی پاکستانی نظریہ کے بنیادی اصولوں کو سمجھنے کے حوالے سے ایک اہم نقطہ ہے۔

National Book Foundation

علامہ محمد اقبالؒ

نظریہ پاکستان اور علامہ محمد اقبال

علامہ اقبال کا شمار تاریخ کی اہم ترین شخصیات میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری نے غالب سماجی روایات کو چیلنج کیا۔ انہوں نے یورپ میں تعلیم حاصل کی۔ وہ مغربی معاشرے کی تمام خرابیوں سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے معاشرے میں مادیت پرستی، سرمایہ داری اور روحانیت کی عدم موجودگی کی مذمت کی۔

علامہ اقبال نے پاکستان کے تصور کے فلسفے کی نشوونما میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کے سیاسی اور فلسفیانہ خیالات کا پاکستان بننے کے نظریات پر خاصا اثر رہا ہے۔ علامہ اقبال کی اہم خدمات کو تسلیم کرنا ، ان کے نظریہ پاکستان کے لیے فلسفیانہ سوچ کی روشنی میں ضروری ہے:

- علامہ اقبال نے جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے اسلامی تشخص کے تحفظ اور اسے آگے بڑھانے کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے اسلامی اتحاد کی بارے میں بھی بات کی۔ انہوں نے کہا کہ لسانی، نسلی اور جغرافیائی رکاوٹوں کے باوجود مسلمانوں کو اپنے مشترکہ مذہب کے نام پر اکٹھا ہونا چاہیے۔ ان کے کاموں اور نظموں نے مسلمانوں کو مشترکہ شناخت بنانے کی ترغیب دی۔
- اقبال نے مسلمانوں کو اپنی صلاحیتوں کے ادراک اور ذاتی ترقی پر کام کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمان انفرادی اور گروہی خود آگاہی کو فروغ دے کر سماجی، اقتصادی اور سیاسی رکاوٹوں پر قابو پاسکتے ہیں۔ ان کے نزدیک ذاتی نشوونما بھی اتنی ہی ضروری تھی جتنی پاکستان کی ترقی۔
- علامہ اقبال نے مسلمانوں کی خود مختاری اور سیاسی خود مختاری کی حمایت کی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان اپنے سیاسی مستقبل کا خود تعین کر سکتے ہیں۔ یہ خیال پاکستان کے مطالبے کے مطابق تھا، ایک علیحدہ مسلم ریاست جہاں مسلمان سیاسی اقتدار پر فائز ہو سکتے ہوں۔ اقبال مسلمانوں میں سماجی اور معاشی عدم مساوات کے بارے میں فکر مند تھے۔ انہوں نے سماجی اور اقتصادی انصاف کا مطالبہ کیا۔ سماجی اقتصادی مساوات پر یہ توجہ پاکستان کے عالمی نقطہ نظر سے مطابقت رکھتی ہے، جس کا مقصد ایک منصفانہ معاشرہ تشکیل دینا ہے۔
- اقبال نے اسلامی اصولوں پر مبنی معاشی ڈھانچے کے حق میں استدلال کیا، معاشی آزادی، دولت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم اور سود (ربا) پر پابندی پر زور دیا۔ پاکستان کی اقتصادی پالیسیاں اور اسلامی معاشی نظام ان تصورات سے متاثر ہیں۔
- اقبال نے مسلمانوں میں روحانی تجدید کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کا خیال تھا کہ کسی بھی مسلم ملک بالخصوص پاکستان کو ترقی اور کامیابی کے لیے ایک مضبوط روحانی بنیاد کی ضرورت ہے۔ پاکستان کی ثقافتی اور مذہبی جماعتیں آج بھی روحانیت سے متاثر ہیں۔ علامہ اقبال کے ارشادات نے نظریہ پاکستان پر خاصا گہرا اثر ڈالا۔

National Book Foundation

استعمار یا نو آبادکاری

استعمار سے مراد ہے کہ جب ایک قوم اپنے مفاد کے لیے دوسرے ملک یا علاقے پر قبضہ کر لے۔ نو آبادیاتی قوم نو آبادیاتی ملک میں اپنے لوگوں کو رہنے کے لیے بھیجتی ہے اور وہاں کے وسائل اور معیشت سے منافع کماتی ہے۔ وہاں کے باشندوں کی زبان، ثقافت اور طرزِ حکمرانی میں بھی ترمیم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ استعمار کے نو آبادیاتی علاقے پر اچھے اور برے دونوں نتائج ہو سکتے ہیں، تاہم، زیادہ تر نو آبادیاتی ریاستوں پر اس کے منفی اثرات ہی مرتب ہوتے ہیں۔

برطانوی استعمار

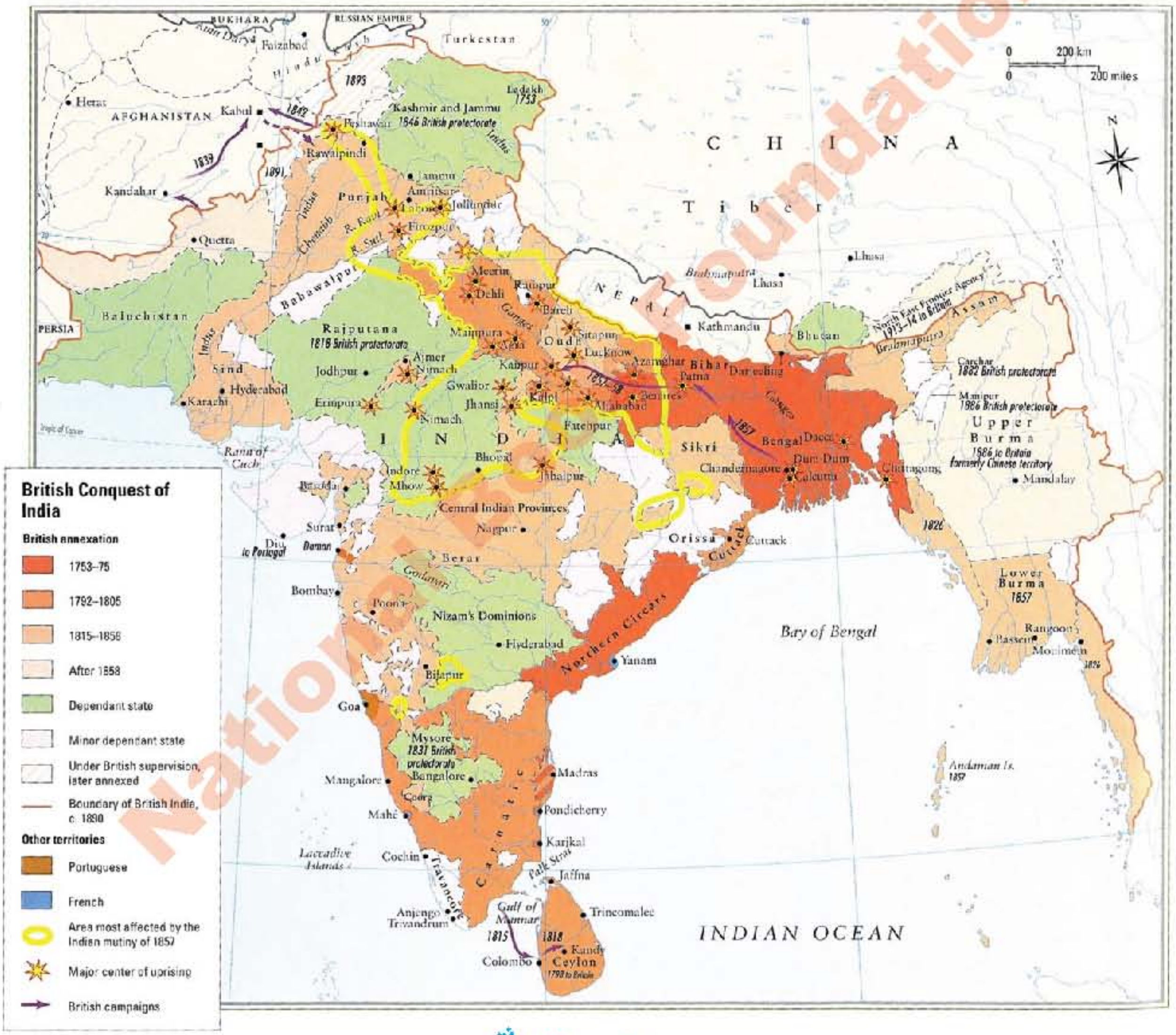

ہندوستان پر برطانوی فتح

اساتذہ کے لیے نوٹ: طلباء کو ان ممالک کے بارے میں مزید جاننے کی ترغیب دیں جو مختلف یورپی طاقتوں کے استعمار میں رہے۔

National Book Foundation

برصغیر پاک و ہند میں برطانوی حکمرانی کا دور، جو ۱۸۵۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ہندوستان اور پاکستان کی آزادی تک جاری رہا، برطانوی استعمار کہلاتا ہے۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے بعد برصغیر کا کنٹرول سنبھالنے والے ادارے نے کمپنی کے اثاثوں پر قبضہ کر لیا اور براہ راست حکمرانی قائم کی۔ برطانوی راج کے مشترکہ نام کا استعمال حکومت میں ہندوستانی شرکت کو بڑھانے کی کوشش تھی۔ تاہم، برطانوی منظوری کے بغیر ہندوستانی عوام اپنے مستقبل کے فیصلے نہیں کر سکتے تھے جس کی وجہ سے قومی آزادی کی تحریک کو ہوا ملی اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ تحریک مزید پختہ ہوتی گئی

برطانوی استعمار کے اثرات

ا۔ معیشت:

برطانوی نوآبادیاتی دور نے برصغیر کی معیشت پر مختلف اثرات مرتب کیے تھے۔ برطانوی سلطنت نے جدید نقل و حمل (ٹرانسپورٹیشن) کے طریقے اور مواصلاتی نظام متعارف کرایا، بڑے پیمانے پر صنعتی ڈھانچہ قائم کیا، اور نئی منڈیاں لگائیں۔ تاہم، ان کی اقتصادی پالیسیاں بنیادی طور پر برطانوی سلطنت کو فائدہ پہنچانے کے لیے بنائی گئی تھیں۔ مثال کے طور پر، ہندوستان کو کپاس، جوٹ اور چائے جیسے خام مال برآمد کرنے اور برطانیہ سے تیار شدہ سامان درآمد کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس اقتصادی پالیسی نے ہندوستان کی اقتصادی ترقی کو بری طرح متاثر کیا، جس سے زراعت اور صنعت مندی کا شکار ہو گئی۔

۲۔ سماجی ڈھانچہ:

برطانوی استعمار کے سماجی اثرات دور تک پھیل رہے تھے۔ انہوں نے انگریزی زبان کو نوآبادیاتی انتظامیہ، اعلیٰ تعلیم اور قانون کی زبان کے طور پر متعارف کرایا۔ پھر بھی، یہ آبادی کے ایک چھوٹے حصے تک محدود تھی، جس کی وجہ سے تعلیم اور ملازمتوں تک رسائی بھی محدود تھی۔ اور اس کے نتیجے میں دیہی اور شہری علاقوں میں نمایاں سماجی عدم مساوات اور تفاوت پیدا ہوا۔ نوآبادیاتی انتظامیہ نے ہندوستان کے کچھ حصوں میں ذات پات کے نظام کو ختم کیا اور خواتین کے حقوق اور سماجی انصاف سے متعلق اصلاحات متعارف کروائیں۔ دوسری طرف، ان کی پالیسیاں معاشی استحصال، زمینوں پر قبضے اور مزدوروں کے استحصال کا باعث بھی بنی۔

۳۔ سیاسی نظام:

برصغیر کے سیاسی ڈھانچے پر برطانوی نوآبادیاتی دور کا نمایاں اثر پڑا۔ ان کا بنیادی مقصد ہندوستان کے وسائل کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرنا تھا، جس کی وجہ سے غیر مساوی سیاسی، سماجی اور اقتصادی پالیسیاں سامنے آئیں۔ انہوں نے 'تقسیم کرو اور حکومت کرو' کا نظریہ متعارف کروایا جس کا مقصد ہندوستانی آبادی کے اندر تقسیم پیدا کرنا اور اس طرح سلطنت کو مضبوط بنانا تھا۔ انگریزوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو بھی الگ کر دیا جس کے نتیجے میں مختلف سیاسی تحریکیں ابھریں۔ اس سے مسلم لیگ اور دیگر تنظیمیں وجود میں آئیں جنہوں نے ہندوؤں کے خلاف تحریک چلائی۔ اور آخر کار، یہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان اور پاکستان کی علیحدگی کا باعث بنی۔

اساتذہ کے لیے نوٹ: طلباء کو انٹرنیٹ اور مختلف ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے برطانوی استعمار کے اثرات کے بارے میں مزید جاننے کے لیے کہیں۔

National Book Foundation

سرسید احمد خان

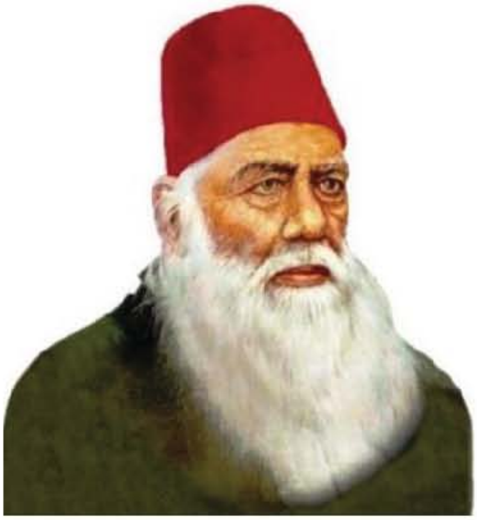

سرسید احمد خان ۱۹ ویں صدی کے ایک مشہور ہندوستانی مسلم رہنما، فلسفی اور ماہر تعلیم تھے۔ وہ ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ کو ہندوستان کے شہر دہلی، میں پیدا ہوئے، اور ان کا انتقال ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ میں علی گڑھ میں ہوا۔ ایک مصلح کے طور پر، سرسید نے ایک ترقی پسند معاشرہ بنانے کے لیے کام کیا جو دنیا کی دیگر اقوام کا مقابلہ کر سکے۔ وہ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جہاں وہ مختلف ثقافتی تجربوں سے گزرے۔ تاہم، وہ مغربی خیالات سے بھی متعارف ہوئے، جس نے ان کے سوچنے کے انداز پر گہرا اثر ڈالا۔

سرسید نے سائنٹیفک سوسائٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی قائم کی تاکہ مسلمانوں کو مزید تعلیم یافتہ بنایا جاسکے اور نئی سوچ کی طرف اجاگر کیا جاسکے۔ انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور ان کے درمیان خلیج کو ختم کرنے کی بھی کوشش کی۔ ایک علیحدہ مسلم ملک کے تصور اور دو قومی نظریہ کے لیے ان کی حمایت نے علامہ اقبال کو متاثر کیا اور بالآخر یہ نظریہ پاکستان کے قیام کا باعث بنا۔

سرسید احمد خان کا اہم کردار

سرسید کے مغرب کے ساتھ تعلقات کا اس بات پر بڑا اثر تھا کہ وہ ترقی اور تعلیم کے بارے میں کیسے سوچتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مغربی طرز کی تعلیم کتنی اہم ہے اور ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے لیے جدید علوم سیکھنا ضروری ہے تاکہ وہ وقت کے ساتھ ہم آہنگ رہ سکیں۔ سرسید نے ۱۸۷۷ میں علی گڑھ میں محمدن اینگلو اورینٹل کالج کھولا۔ یہ کالج ۱۹۲۰ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بن گیا۔ انہوں نے مسلم کمیونٹی کو انگریزی سیکھنے پر زور دیا تاکہ وہ یہ زبان زیادہ سے زیادہ بول سکیں۔ ان کے خیال میں اگر مسلمان انگریزی پر عبور حاصل کرلیں تو وہ مزید چیزیں سیکھ سکتے ہیں، اور انہیں زیادہ مواقع حاصل ہو سکتے ہیں اور وہ ان زنجیروں کو توڑ سکتے ہیں جو انہیں آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھے۔ سرسید لوگوں کو سائنسی اور منطقی انداز میں سوچنے کی ترغیب دے کر ان میں تحقیق کے جذبے کو ابھارنا چاہتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ علم اور تعلیم معاشرے کے مسائل کو حل کرنے کے بہترین طریقے ہیں۔ اس کالج کی تشکیل مسلمانوں کو جدید تعلیم سے متعارف کرانے اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ایک نئے گروہ بنانے کے لیے بہت اہم تھی۔ جو جدید دنیا کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے بہتر طور پر تیار رہیں۔

سرسید کی قیادت میں علی گڑھ تحریک ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کی ایک اہم تحریک تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اسکول جائیں اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ایک نئی نسل کی پرورش کی جاسکے جو دوسرے گروہوں کے لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس تحریک نے یہ بھی کوشش کی کہ مسلمان اپنے طرز

اضافی سرگرمی:

علی گڑھ یونیورسٹی کی علمی فضیلت کی ایک بھرپور تاریخ ہے اور اس نے متعدد ممتاز سابق طلباء پیدا کیے ہیں جنہوں نے سیاست، ادب، سائنس اور فنون سمیت مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اس یونیورسٹی کے کچھ ایسے ہی مشہور سابق طلباء کے نام تلاش کریں۔

National Book Foundation

زندگی کو بدلیں اور نئے خیالات اور کام کرنے کے طریقوں کو اپنائیں۔ ایک مصلح کے طور پر سر سید کی کاوش اور علی گڑھ تحریک، ہندوستانی مسلمانوں کو بطور مسلمان شناخت کا احساس دلانے اور ان کے بہترین مفادات کی تلاش میں بہت اہم تھی۔

سر سید نے، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے ایک اخبار شروع کیا جس نے نئے خیالات اور علمی بحث کو آگے بڑھایا۔ یہ اخبار غیر جانبدارانہ معلومات پھیلانے کے لیے بہت اہم تھا۔

سر سید احمد خان کا سائنٹفک سوسائٹی کا قیام ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ علی گڑھ میں ۱۸۶۴ میں قائم ہونے والی اس سوسائٹی کا مقصد ہندوستانی عوام بالخصوص مسلمانوں میں سائنسی علم اور عقلی سوچ کو فروغ دینا تھا۔ اس نے علی گڑھ یونیورسٹی میں مغربی سائنسی کاموں کے اردو میں ترجمہ کے لیے ایک پلیٹ فارم کے طور پر کام کیا، تاکہ سائنسی علم کو مقامی آبادی تک رسائی دی جاسکے۔

علی گڑھ یونیورسٹی

ایک مصلح کے طور پر سر سید احمد خان کے کام کا تحریک پاکستان کی کامیابی میں بڑا حصہ تھا۔ پہلے تو انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی لیکن بعد میں وہ ہندوستان میں مسلم قوم پرستی کے رہنما بن گئے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ سر سید نے دو الگ ملکوں کا تصور پیش کیا، جو تحریک پاکستان کی بنیاد بنا۔ ان کے خیالات اور کام کرنے کے انداز نے ہندوستانی مسلمانوں کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں مدد کی۔ تعلیم اور ترقی پر ان کی توجہ نے پڑھے لکھے مسلمانوں کی ایک نئی نسل پیدا کرنے میں مدد کی۔ جو جدید دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے بہتر طور پر تیار تھی۔

علی گڑھ تحریک پاکستان کی تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ ۱۹۰۶ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی بنیاد رکھی گئی تھی، جس نے بعد میں ۱۹۴۷ میں پاکستان کے قیام کی تحریک کی قیادت کی۔ علی گڑھ تحریک دیگر مسلم تحریکوں اور تنظیموں پر بھی اثر انداز ہوئی، جنہوں نے تحریک پاکستان کی حمایت کی۔ ان میں انجمن حمایت اسلام، تحریک خلافت، اور آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن شامل ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا کردار زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اسکول جانے اور ہندوستانی مسلمانوں کو یہ احساس دلانے میں بھی بہت اہم تھا کہ وہ بطور مسلمان کون ہیں۔ ترقی کرنے اور سیکھنے کے لیے سرسید کے اہداف نسلوں کے لیے ایک تحریک رہے ہیں اور آج بھی لوگوں کو متاثر کر رہے ہیں۔

ہم نے کیا سیکھا

- نظریہ کسی بھی گروہ یا ملک کے نظریات، اقدار اور اہداف کا مجموعہ ہے۔ یہ لوگوں کے صحیح اور غلط کے شعور میں گہرائی تک سرایت کرتا ہے۔
- نظریہ پاکستان سے مراد ایک علیحدہ سرزمین کا قیام ہے۔ جس میں برصغیر کے مسلمان اسلامی اقدار اور نظریات کو محفوظ رکھ سکیں۔
- برطانوی حکومت کے دور میں مسلمانوں کو مذہبی اقلیت کی حیثیت سے معاشی، سیاسی اور سماجی رکاوٹوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔
- داخلی مساوات، سماجی اور اقتصادی مساوات اور خود ارادیت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہیں۔
- اتحاد، جمہوریت، معاشی ترقی، مذہبی رواداری، انصاف، مساوات اور دیگر اقوام کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائداعظم محمد علی جناح کے پاکستان کے وژن میں شامل ہیں۔
- علامہ محمد اقبال کے وژن کی بنیاد اسلامی تشخص، خودشناسی اور ذاتی ترقی، خود ارادیت اور سیاسی خود مختاری، انصاف پسندی، سماجی انصاف، اجتہاد اور اسلامی اصولوں پر مبنی اقتصادی ڈھانچے کے تحفظ اور اسے آگے بڑھانے پر تھی۔
- برطانوی استعمار سے مراد برصغیر پاک و ہند پر ۱۸۵۸ سے ۱۹۴۷ میں ہندوستان اور پاکستان کی آزادی تک براہ راست برطانوی حکمرانی کا دور ہے۔
- برصغیر پاک و ہند میں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر برطانوی استعمار کے اثرات گہرے تھے۔
- سرسید احمد خان ۱۹ ویں صدی کے ایک مشہور ہندوستانی مسلم رہنما، فلسفی اور ماہر تعلیم تھے۔
- سرسید کی قیادت میں علی گڑھ تحریک ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کی ایک اہم تحریک تھی۔

National Book Foundation

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ آئیڈیالوجی کا مطلب ہے:

الف۔ سیاست کا مطالعہ　　ب۔ سماجیات کا مطالعہ　　ج۔ نظریات کی سائنس　　د۔ اخلاقیات کی سائنس

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا بیان نظریہ کے کردار سے مطابقت رکھتا ہے؟

الف۔ نظریات کا کسی ملک کی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔　　ب۔ نظریہ قومی یکجہتی کو کمزور کرتا ہے۔

ج۔ نظریہ مقاصد کی تکمیل کا باعث بن سکتا ہے۔　　د۔ نظریہ قومی حقوق اور ذمہ داریوں کو متاثر نہیں کرتا۔

۳۔ نظریہ پاکستان کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

الف۔ برصغیر میں معاشی خوشحالی قائم کرنا۔　　ب۔ مسلمانوں کے لیے الگ قوم بنانا۔

ج۔ خطے میں غیر ملکی اثر ورسوخ کو فروغ دینا۔　　د۔ نوآبادیاتی ہندوستان میں ثقافتی تنوع کو برقرار رکھنا۔

۴۔ نوآبادیاتی ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے معاشی عدم مساوات کی ایک اہم وجہ کیا تھی؟

الف۔ تعلیم کے مواقع تک بہتر رسائی۔　　ب۔ معاشی نقل وحرکت اور خوشحالی میں اضافہ۔

ج۔ انتظامی اور اقتصادی اداروں میں زیادہ نمائندگی۔　　د۔ سماجی اور اقتصادی انصاف اور سیاسی نمائندگی کے مطالبات کی ترقی۔

۵۔ نوآبادیاتی دور میں برطانوی ہندوستان میں مسلمانوں کے سماجی اور سیاسی پسماندگی میں کس چیز نے اہم کردار ادا کیا؟

الف۔ ہندوستانی زبانوں اور روایات کو فروغ دینے کی برطانوی پالیسی۔　　ب۔ زیادہ تر مسلمانوں نے نئے برطانوی تعلیمی نظام کی حمایت کی۔

ج۔ اہم عہدوں اور سیاسی فیصلوں میں مسلمانوں کی کم نمائندگی۔　　د۔ ہندی کی مخالفت میں اردو کو سرکاری زبان کے طور پر ہندوؤں کی حمایت۔

۶۔ قائداعظم محمد علی جناح کے کن بنیادی عقائد اور اظہار نے نظریہ پاکستان کی بنیاد رکھی؟

الف۔ نسلی اور لسانی تنوع کی اہمیت۔　　ب۔ ایک مرکزی اور آمرانہ حکومت کی ضرورت۔

ج۔ اتحاد، جمہوریت، اقلیتوں کے حقوق اور سماجی انصاف کے اصولوں نے۔　　د۔ مذہبی ظلم وستم اور عدم برداشت کا فروغ۔

۷۔ علامہ اقبال کے فلسفہ اور عقائد کے کن پہلوؤں نے پاکستان کے بانی نظریات پر نمایاں اثر ڈالا ہے، جیسا کہ متن میں زیر بحث آیا ہے؟

الف۔ مادیت، سرمایہ داری اور انفرادیت کی وکالت۔　　ب۔ مسلمانوں میں سماجی اور معاشی عدم مساوات پر زور دینا۔

ج۔ اسلامی تعلیمات کی مستحکم تشریح کی حمایت۔　　د۔ اسلامی تشخص، اتحاد، خودشناسی، اور روحانی تجدید کو فروغ دینا۔

۸۔ متن کے مطابق استعمار کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

الف۔ استعماری خطے کے وسائل پر قبضہ کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا۔　　ب۔ استعماری علاقوں میں ثقافتی تنوع اور رواداری کو فروغ دینا۔

ج۔ استعماری لوگوں کے معاشی اور سماجی حالات کو بہتر بنانا۔　　د۔ استعماری آبادی میں خودارادیت کی حوصلہ افزائی کرنا۔

National Book Foundation

۹۔ برصغیر پاک وہند کے سماجی ڈھانچے پر برطانوی استعمار نے کیا اہم اثرات مرتب کیے؟

الف۔ سماجی مساوات کو بڑھایا۔ | ب۔ دیہی شہری تفاوت کو کم کیا۔
ج۔ ذات پات کے نظام کو ختم کیا۔ | د۔ تعلیم اور ملازمتوں تک محدود رسائی۔

۱۰۔ متن کے مطابق، سر سید احمد خان کے تعلیمی اقدامات کے بنیادی مقاصد میں سے ایک کیا تھا؟

الف۔ علاقائی زبانوں کے استعمال کو فروغ دینا۔ | ب۔ سائنسی اور منطقی سوچ کی حوصلہ افزائی کرنا۔
ج۔ مسلمانوں کے روایتی طرز زندگی کا تحفظ۔ | د۔ انگریزی تعلیم کی اہمیت کو رد کرنا۔

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ نظریہ پاکستان کا بنیادی اصول کیا ہے؟

۲۔ نظریہ پاکستان کا ملکی نظام پر کیا اثر پڑا؟

۳۔ علامہ اقبال کا انفرادی اور گروہی خود آگاہی پر زور کس طرح قومی ترقی کے پاکستان کے اہداف سے ہم آہنگ ہوا؟

۴۔ برطانوی استعمار کی تعریف کریں۔

۵۔ اپنے وقت کے ایک اہم مصلح کے طور پر سر سید احمد خان کے نمایاں کردار کی مختصر وضاحت کریں۔

سوال نمبر ۳: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ انگریزوں کے دور میں مسلمانوں کا کیا حال تھا؟ اس کا نظریہ پاکستان سے کیا تعلق ہے؟

۲۔ قائداعظم کے بیانات کے حوالے سے نظریہ پاکستان پر بحث کریں۔

۳۔ اسلام کے اصولوں، خصوصاً باطنی مساوات و خود ارادیت کے فروغ نے جنوبی ایشیا میں ایک الگ مسلم ریاست کے مطالبے کو کیسے اجاگر کیا؟

۴۔ برطانوی استعمار نے برصغیر پاک وہند میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو کیسے متاثر کیا؟

۵۔ اپنے وقت کے ایک اہم مصلح کے طور پر سر سید احمد خان کے نمایاں کردار کی تفصیل سے وضاحت کریں۔

موازنہ
پاکستان کے نظریہ کا موازنہ دوسری اقوام یا تحریک آزادی کے نظریات سے کریں۔ پاکستان کا نظریہ کس طرح منفرد ہے، اور یہ دوسرے نظریات سے کیسے ہم آہنگ یا مختلف ہے؟

National Book Foundation

وقت کے ساتھ مطابقت

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قائد اعظم کے نظریات پاکستان کو موجودہ دور کے مسائل سے نکال سکتے ہیں؟ پاکستان کو ایک جمہوری اور ترقی پسند ملک بنانے کے لیے قائد کی تعلیمات کی روشنی میں عملی منصوبہ تحریر کریں۔

نظریہ پاکستان پر تحقیق

طلباء نظریہ پاکستان پر تحقیق کریں گے۔ وہ تاریخی تناظر، دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان کی تشکیل میں مذہب کے کردار کی چھان بین کریں گے۔ طلباء خاندان کے ارکان، دوستوں، یا کمیونٹی کے ارکان سے انٹرویو کر سکتے ہیں۔ وہ ملٹی میڈیا پریزنٹیشنز بنائیں گے جو ان کے تحقیقی نتائج کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان پیشکشوں میں ایسی تصاویر، ویڈیوز اور آڈیو کلپ شامل ہونے چاہئیں جو نظریہ پاکستان کے بارے میں طلباء کے علم میں اضافہ کریں۔

اس باب سے مشکل الفاظ کی فہرست نکالیں اور ان کے معنی لکھیں۔

National Book Foundation

سبق 02

پاکستان کا قیام

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ۱۹۰۶ سے ۱۹۲۰ کے درمیان ہندوستان میں ہونے والی پیشرفت کا تجزیہ کیا جائے گا۔ (شملہ وفد سے تحریک خلافت تک)
- ۱۹۲۰ سے ۱۹۳۹ کے درمیان اہم سیاسی پیش رفت کا تجزیہ کیا جائے گا۔ (تحریک خلافت سے یوم نجات تک)
- ۱۹۴۰ سے ۱۹۴۷ کے دوران ہونے والی سیاسی پیش رفت کا جائزہ لیا جائے گا۔
- پاکستان کی تشکیل میں خواتین اور اقلیتوں سمیت سیاسی رہنماؤں کے کردار پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔

National Book Foundation

۱۹۰۶ سے ۱۹۲۰ کے درمیان اہم پیش رفت

شملہ وفد (۱۹۰۶)

۱۸۸۵ میں قائم ہونے والی انڈین نیشنل کانگریس کا دعویٰ تھا کہ وہ برصغیر پاک و ہند میں رہنے والی تمام برادریوں کے مفادات کی حفاظت کے لیے کام کرے گی۔ ۱۹۰۵ میں کانگریس کی بنگال کی تقسیم کے خلاف مخالفت، جس میں بنگال کو دو صوبوں، مشرقی بنگال اور مغربی بنگال میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی، نے مسلمانوں میں کانگریس کے تئیں عدم اعتماد پیدا کر دیا۔ ہندو قوم پرست تحریکوں کے عروج نے مسلمانوں کے لیے خطرہ پیدا کر دیا۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد، جو مسلمان مایوسی کا شکار ہوئے تھے، انہوں نے بیسویں صدی کے اوائل میں اپنا اعتماد بحال کر لیا تھا۔ دوسری طرف ۱۹۰۵ میں لائیڈ جارج کی قیادت میں آزاد خیال جماعت (لبرل پارٹی) نے برطانیہ میں انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ اس آزاد خیال جماعت نے اعلان کیا کہ ہندوستان میں آئینی اصلاحات متعارف کرائے جائیں گے۔ مسلم قیادت کا خیال تھا کہ مستقبل کی ان اصلاحات میں مسلمانوں کے مطالبات کو حکومت کے سامنے پیش کرنا دانشمندی ہو گی۔

یکم اکتوبر ۱۹۰۶ کو ۳۵ مسلمانوں کے ایک وفد نے سر آغا خان کی قیادت میں، ہندوستان کے مختلف خطوں کی نمائندگی کرتے ہوئے وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملاقات کی۔ اس وفد نے وائسرائے کو درج ذیل مطالبات پیش کیے:

- کہا گیا کہ دو بڑی جماعتوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کی موجودگی کی وجہ سے بھارت کی صورتحال برطانیہ سے مختلف ہے۔
- یہ مطالبہ کیا گیا کہ مسلم آبادی کی اقلیتی حیثیت کو دیکھتے ہوئے، ہندوستان میں علیحدہ انتخابی نظام متعارف کرایا جائے۔
- سرکاری نوکریوں میں مسلمانوں کے لیے کوٹہ مختص کیا جائے۔
- وفد نے درخواست کی کہ عدلیہ میں مسلمانوں سے متعلق معاملات حل کرنے کے لیے مسلم جج مقرر کیے جائیں۔
- وفد نے ہندوستان میں مسلمانوں کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی اور ان کے لیے قانون ساز اسمبلیوں میں ان کی آبادی کے تناسب سے زائد نشستوں کا مطالبہ کیا۔
- مطالبہ کیا گیا کہ محمدن اینگلو اورینٹل (MAO) کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔

وائسرائے لارڈ منٹو نے مسلم وفد کا احترام کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ ان کے مطالبات کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

شملہ وفد کی کامیابی

مسلمان قوم کو ۱۸۵۷ سے ہی چیلینجز کا سامنا تھا۔ تاہم، شملہ وفد نے مسلمانوں کے لیے کچھ کامیابیاں حاصل کیں۔

۱۔ شملہ وفد نے مسلمانوں اور برطانوی حکومت کے درمیان خلیج کو پُر کیا۔

۲۔ شملہ وفد نے مسلمانوں کے اعتماد کو بڑھایا۔

National Book Foundation

۳۔ شملہ وفد کی کامیابی نے آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی راہ ہموار کی۔

۴۔ ۱۹۰۹ کے منٹو مارلے اصلاحات کے ذریعے مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں کا مطالبہ قبول کیا گیا۔

۵۔ علیحدہ انتخابی مطالبے کی منظوری کے ذریعے مسلمانوں کو ایک الگ قوم کے طور پر تسلیم کیا گیا۔

۶۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ وہ انڈین نیشنل کانگریس کی حمایت کے بغیر اپنے مطالبات براہ راست برطانوی حکومت کو پیش کر سکتے ہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ (۱۹۰۶)

اردو - ہندی تنازعہ، انتہا پسند ہندو تنظیموں کا قیام اور کانگریس کی مسلم دشمن پالیسیوں نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ مسلم قوم کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک پلیٹ فارم بنائیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام

آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس کا سالانہ اجلاس ۱۹۰۶ میں ڈھاکہ میں منعقد ہوا، ہندوستان کے ممتاز مسلم رہنماؤں نے اس اجلاس میں شرکت کی۔ اجلاس کے بعد ڈھاکہ کے نواب سلیم اللہ خان نے ایک اجلاس بلایا۔ جس میں سیاسی جماعت کی تشکیل پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ یہ اجلاس ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ کو منعقد ہوا اور اس کی صدارت نواب وقار الملک نے کی۔ انہوں نے ایک سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز پیش کی، اور نواب سلیم اللہ خان، مولانا ظفر علی خان اور حکیم اجمل خان جیسے شرکاء نے اس خیال کی مکمل حمایت کی، جس کے نتیجے میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے اہداف

۱۔ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور مسلمانوں کے مطالبات کو برطانوی حکومت کے سامنے باعزت طریقے سے پیش کرنا۔

۲۔ مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے تئیں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا اور حکومتی پالیسیوں کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنا۔

۳۔ مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر ہندوستان کی دیگر جماعتوں کیساتھ معاونت کرنا۔

۳۰ دسمبر ۱۹۰۷ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس کراچی میں منعقد ہوا۔ لیگ کا اگلا اجلاس ۱۸ مارچ ۱۹۰۸ کو علی گڑھ میں ہوا۔ جس میں سر آغا خان صدر اور حسن بلگرامی کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ سید امیر علی کو لندن برانچ کا صدر مقرر کیا گیا۔ لیگ نے مسلمانوں کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا، جو ہندوؤں کے بعد ہندوستان کی دوسری سب سے بڑی قوم تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۹۰۶ سے ۱۹۴۷ تک بہت اہم کردار ادا کیا۔

منٹو مارلے اصلاحات (۱۹۰۹)

مسلمانوں کے علیحدہ انتخابی حلقے کے مطالبے کو تسلیم کیا گیا۔

مرکزی اور صوبائی کونسل کی رکنیت ہندوستان کے وائسرائے لارڈ منٹو نے کی، آئینی اصلاحات کا مسودہ تیار کر کے سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا مسٹر مورلے کو

National Book Foundation

بھجوایا۔ برطانوی پارلیمنٹ نے اس بل کی منظوری دی، جسے ۱۹۰۹ میں ہندوستان میں لاگو کیا گیا اور اسے منٹو-مورلے ریفارمز کا نام دیا گیا۔ اصلاحات کی اہم دفعات درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقے کی مانگ کو قبول کیا گیا۔

۲۔ مرکزی اور صوبائی کونسل کی رکنیت میں اضافہ کیا گیا۔

۳۔ قانون ساز کونسلوں کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

۴۔ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل اور صوبائی ایگزیکٹو کونسلوں میں ہندوستانیوں کو شامل کیا گیا۔

۵۔ بلدیاتی اداروں کو اپنے نمائندے منتخب کرنے کی اجازت دی گئی۔

تجزیہ

منٹو-مارلے ریفارم ۱۹۰۹ مسلمانوں کے لیے نتیجہ خیز ثابت ہوا کیونکہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کے علیحدہ انتخابی حلقے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ قانون ساز کونسلوں کی رکنیت اور اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

National Book Foundation

میثاقِ لکھنؤ (۱۹۲۶)

آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈین نیشنل کانگریس کا ایک مشترکہ اجلاس دسمبر ۱۹۱۶ میں لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ یہ واقعہ ہندوستان میں ایک تاریخی لمحہ تھا۔ دونوں فریقین درج ذیل نکات پر متفق ہوئے۔

۱۔ آل انڈین نیشنل کانگریس نے مسلم لیگ کے جداگانہ انتخابی مطالبے کو قبول کر لیا۔

۲۔ صوبائی خود مختاری کو یقینی بنایا گیا، اور صوبائی کونسلوں کو ٹیکس لگانے اور بجٹ پر ووٹ دینے کا اختیار دیا گیا۔

۳۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی دی گئی۔

۴۔ اگر کسی خاص قومیت کے متعلق کوئی بل پیش کیا جاتا ہے، اور اس قومیت کے تین چوتھائی (۳/۴) ارکین اس بل کی مخالفت کرتے ہیں، تو بل کو مسترد کر دیا جائے گا۔ یہ جُز واقلیتی برادری کے حق میں تھا۔

۵۔ صوبائی قانون ساز کونسلوں میں، (۴/۵) اراکین کا انتخاب کیا جائے گا، جبکہ ایک پانچواں (۱/۵) نامزد کیا جائے گا۔

۶۔ مسلم اکثریتی صوبوں بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی نشستیں کم کی جائیں گی، جبکہ مسلم اقلیتی صوبوں بہار، ممبئی، مدراس، سی پی اور یوپی میں مسلمانوں کی نشستیں بڑھائی جائیں گی۔

۷۔ قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان کو سوال پوچھنے اور تحریک التواء پیش کرنے کا حق دیا جائے گا۔

۸۔ انتظامیہ اور عدلیہ الگ ہونی چاہیے۔

تجزیہ

لکھنؤ معاہدہ مختلف وجوہات کی بنا پر اہم تھا۔ کانگریس نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں اور مرکزی کونسل میں ایک تہائی مسلمانوں کی نمائندگی کو تسلیم کر لیا۔ یہ مسلمانوں کے لیے ایک اہم سنگ میل تھا جب کانگریس نے انہیں ایک علیحدہ قوم کے طور پر قبول کیا۔

تحریک خلافت (۱۹۱۹)

پہلی جنگ عظیم کے دوران، ترکی جو خلافت کا گڑھ تھا، اتحادی افواج سے لڑا اور اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ خلافت عثمانیہ جو کہ ۱۲۹۹ میں قائم ہوئی تھی، اسے اتحادی افواج سے خطرہ تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی میں خلافت کے ادارے کی حفاظت کے مقصد سے تحریک خلافت شروع کی۔ اس تحریک کے تین بنیادی مطالبات یا مقاصد یہ تھے۔

۱۔ خلافت عثمانیہ کو ختم نہ کیا جائے۔

۲۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

۳۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے جو علاقے ترکی کے کنٹرول میں تھے انہیں ترکی سے نہیں چھینا جائے۔

وقوعہ

مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار انصاری اور بیرسٹر جان محمد جونیجو تحریک خلافت کے ممتاز رہنما تھے۔ انہوں نے برطانوی حکومت کے لیے خلافت کے ادارے کی اہمیت پر زور دینے کے لیے ریلیوں اور احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا۔ سید سلیمان ندوی، سید حسین، مولانا محمد علی جوہر اور حسن حیات پر مشتمل ایک وفد اس مسئلے کو اجاگر کرنے کے لیے برطانیہ بھیجا گیا۔ وفد نے وزیر اعظم سمیت برطانوی ارکان پارلیمنٹ سے ملاقات کی اور ادارہ خلافت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ بد قسمتی سے برطانوی حکومت کا رویہ ترکی کے معاملے میں سازگار نہ تھا اور وفد خالی ہاتھ واپس ہندوستان چلا آیا۔

گاندھی کا کردار اور ہندو مسلم اتحاد: گاندھی، ایک ممتاز ہندو رہنما تھے، وہ تحریک خلافت میں شامل ہوئے اور مسلم کمیونٹی سے عزت حاصل کی۔ تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد اپنے عروج پر تھا۔ گاندھی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ سرکاری ملازمتوں سے مستعفی ہو جائیں، تعلیمی اداروں میں جانے سے پرہیز کریں، عدالتوں کا بائیکاٹ کریں اور اپنے القابات سے دستبردار ہو جائیں۔

تحریک ہجرت: مولانا عبدالباری فرنگی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے فتویٰ جاری کیا کہ ہندوستان ایک دارالحرب (جنگ کا گھر) ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی زندگیوں اور اسلام کو خطرات لاحق ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ہندوستان چھوڑ کر ایک اسلامی ملک میں پناہ لینے پر غور کریں۔ اس فتویٰ کے اجراء کے بعد تقریباً ۱۸۰۰۰ مسلمانوں نے افغانستان کی طرف ہجرت کرنے کی کوشش کی۔ تاہم، افغان حکومت نے ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی سرزمین میں داخل کرنے سے انکار کر دیا، اور بے سہارا افراد کا اپنے گھروں کو لوٹنے کے سوا کوئی چارہ نہیں بچا۔

National Book Foundation

گاندھی کا تحریکِ خلافت کو ختم کرنے کا فیصلہ: گاندھی نے دو مخصوص وجوہات کی بناء پر تحریکِ خلافت سے لاتعلقی کا اعلان کیا۔

پہلی وجہ یہ کہ موپلوں نے، جو عرب نسل سے تھے اور مالا بار کے ساحلوں پر آباد تھے، تحریکِ خلافت کے دوران احتجاج کیا۔ کچھ کو گرفتار کیا گیا، اور ان میں سے تقریباً ۲۰۰ برطانوی حکومت کے ہاتھوں مارے گئے۔ بعد میں موپلوں نے بغاوت کی، برطانوی حکومت کے خلاف گوریلا جنگ میں حصہ لیا اور برطانوی افسران کے ساتھ ساتھ کچھ ہندو پڑوسیوں کو بھی نشانہ بنایا۔ حکومت نے موپلاس کی بغاوت کو دبانے کے لیے اقدامات کیے تھے۔ گاندھی نے موپلاس کی پر تشدد سرگرمیوں پر سخت تنقید کی۔

دوسرا، ۱۹۲۲ کے آغاز میں، گاندھی نے اپنی عدم تعاون کی تحریک کا آغاز فرخ آباد ضلع کے ایک چھوٹے سے قصبے چوری چورا سے کیا۔ فروری ۱۹۲۲ کو چوری چورا کے لوگوں نے ایک مظاہرہ کیا اور ٹیکس دینے اور حکومتی قوانین کو ماننے سے انکار کا اعلان کیا۔ پولیس نے طاقت کے استعمال سے مظاہرین کو منتشر کرنے کی کوشش کی۔ ہجوم نے ۲۲ پولیس اہلکاروں کو آگ لگا دی۔ گاندھی نے فوری طور پر تحریکِ عدم تعاون اور خلافت تحریک کو ختم کر دیا۔

نتائج

تحریکِ خلافت کا آغاز ہندوستانی مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش سے کیا تھا۔ تاہم، یہ تحریک بالآخر ناکامی پر ختم ہوئی۔ خلافت کے تاریخی ادارے کو اتحادی افواج نے ختم نہیں کیا تھا بلکہ ایک ترک مسلمان مصطفیٰ کمال اتاترک نے ختم کیا تھا۔ تحریکِ خلافت نے ہندوستانی سیاست پر اہم اثرات چھوڑے۔ مسلمانوں نے گاندھی کے فلسفے پر بھروسہ نہ کرنے کا سبق سیکھا۔ اور انہیں اعتماد اور سیاسی پختگی حاصل ہوئی۔

۱۹۳۹-۱۹۲۰ کے درمیان اہم پیش رفت

سائمن کمیشن ۱۹۲۷:

ہندوستانی حکومت نے ۱۹۱۹ میں مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کو متعارف کروایا۔ اس نے اعلان کیا کہ دس سال کے بعد، اصلاحات کے نتائج کا جائزہ لینے اور ہندوستانیوں کے لیے مزید اصلاحات کی سفارش کرنے کے لیے ایک کمیشن ہندوستان بھیجا جائے گا۔ حکومت نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور ۱۹۲۷ میں سر جان سائمن کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا۔ سائمن کمیشن کے رکن کے طور پر ہندوستان سے ایک بھی شخص شامل نہیں تھا۔ دو بڑی سیاسی جماعتوں، انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ نے کمیشن کا بائیکاٹ کیا۔ سائمن کمیشن کے خلاف بھارت میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے جن کا استقبال "سائمن گو بیک، سائمن گو بیک" کے نعروں سے ہوا۔

نہرو رپورٹ (۱۹۲۸)

ہندوستان کے سکریٹری آف اسٹیٹ، لارڈ برکن ہیڈ نے برطانوی پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ ہندوستانی اب تقسیم ہو گئے ہیں اور ہندوستان میں مزید اصلاحات کے لیے متفقہ تجاویز تیار کرنے سے قاصر ہیں۔ ہندوستانی قیادت نے اس چیلنج کو قبول کیا، اور فروری ۱۹۲۸ میں ایک آل پارٹی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ متفقہ تجاویز تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کے سربراہ موتی لال نہرو تھے۔ دیگر اراکین میں این اے جوشی، ایم آر جیکر، جی آر پردھان، تیج بہادر سپرو، سر علی

امام اور شعیب قریشی شامل تھے۔ کمیٹی نے مسلم کمیونٹی کے مفادات کو نظر انداز کیا اور ایک رپورٹ جاری کی جسے 'نہرو رپورٹ' کہا جاتا ہے۔ مسلم اراکین نے ان تجاویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ نہرو رپورٹ میں درج ذیل تجاویز کا خاکہ پیش کیا گیا تھا۔

۱۔ علیحدہ انتخابی حلقوں کے طریقہ کار کو مشترکہ رائے دہندگان کے طریقہ کار سے تبدیل کیا جانا چاہیے۔ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلے میں کم تھی۔ الگ الگ انتخابی حلقوں کے تحت مسلمانوں کے لیے نشستیں مختص کی جاتی تھیں۔ کانگریس نے محسوس کیا کہ وہ مشترکہ رائے دہندگان کے تحت زیادہ سیٹیں جیت سکتی ہے۔

۲۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں ایک چوتھائی نشستیں مسلمانوں کے لیے مختص کی جائیں۔

۳۔ سندھ کو الگ صوبہ قرار دیا جائے، بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے (NWFP) کو مزید اختیارات دیئے جائیں۔

۴۔ ہندی کو ہندوستان کی سرکاری زبان قرار دیا جائے۔

تجزیہ

مسلمانوں کے مطالبات، جنہیں لکھنو معاہدہ (۱۹۱۶) کے تحت تسلیم کیا گیا تھا، کانگریس نے نہرو رپورٹ میں انہیں الٹ دیا۔ مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا گیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ کانگریس ان کے مفادات کو پورا نہیں کر سکتی۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات (۱۹۲۹)

نہرو رپورٹ (۱۹۲۸) کے تحت مسلمانوں کے مفادات بری طرح متاثر ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۲۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس بلایا اور اپنے چودہ نکات پیش کئے۔

۱۔ تمام صوبوں کو یکساں طور پر صوبائی خود مختاری دی جائے۔

۲۔ ایک وفاقی نظام متعارف کرایا جائے، اور بقایا اختیارات صوبوں کو سونپے جائیں۔

۳۔ تمام قانون ساز اسمبلیوں میں اقلیتوں کو موثر اور مناسب نمائندگی فراہم کی جائے لیکن ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے۔

۴۔ مسلمانوں کے لیے الگ انتخابی نظام ہونا چاہیے۔

۵۔ سندھ کو الگ صوبہ قرار دیا جائے۔

۶۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی (۱/۳) نشستیں مخصوص کی جائیں۔

۷۔ بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے (NWFP) میں اصلاحات متعارف کرائے جائیں۔

۸۔ اگر صوبوں کی حد بندی ضروری ہے تو پنجاب، بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبے (موجودہ خیبر پختونخواہ) میں مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے۔

National Book Foundation

۹۔ مرکزی اور صوبائی وزارتوں میں مسلم کمیونٹی کے وزراء کا ایک تہائی (۱/۳) ہونا ضروری ہے۔

۱۰۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے لیے نشستیں مخصوص کی جائیں۔

۱۱۔ ہندوستان میں تمام برادریوں کو مذہبی آزادی دی جائے۔

۱۲۔ مجالس قانون ساز کو کسی ایسی تحریک یا تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ ہو جسے کسی قوم کے تین چوتھائی ارکان اپنے قومی مفادات کے حق میں قرار دیں۔

۱۳۔ مسلم ثقافت، تعلیم اور زبان کو آئینی تحفظ دیا جائے۔

۱۴۔ صوبوں اور ریاستوں سے منظوری حاصل کرنے کے بعد آئین میں ترامیم کی جائیں۔

تجزیہ

قائد کے یہ چودہ نکات نہرو رپورٹ کی تجاویز کا فوری اور مناسب جواب تھے۔ یہ امت مسلمہ کے معتدل اور حقیقی مطالبات تھے جو صحیح وقت پر پیش کیے گئے۔ مسلمانوں نے بعد کے سالوں میں چودہ نکات کے ڈھانچے کی بنیاد پر اپنی جدوجہد جاری رکھی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب (۱۹۳۰)

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۱۹۳۰ میں الہ آباد میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت عظیم مسلم مفکر علامہ اقبال نے کی۔ یہ اجلاس اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ اس اجلاس میں علامہ اقبال نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا۔ علامہ اقبال نے اپنی صدارتی تقریر میں درج ذیل نکات کی نشاندہی کی۔

انہوں نے کہا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی کرتا ہے۔ اقبال نے ہندوستانی تناظر میں دو قومی نظریہ کے تصور پر زور دیا۔ انہوں نے مغربی دنیا پر بھی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مغرب میں مذہب کو ہر فرد کا نجی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں مادے کو روح سے الگ کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے اور دونوں یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام ایک متحرک قوت ہے جس نے مسلمانوں کی مسلسل حفاظت کی ہے۔ اقبال نے ہندوستان کے ایک قوم ہونے کے نظریہ کو سختی سے مسترد کیا اور زور دے کر کہا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک قوم نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہندوستان میں مختلف قومیں رہتی ہیں جن میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کا مغربی دنیا سے موازنہ غلط ہوگا۔ مسلمانوں کے پاس علیحدہ وطن کے حصول کی معقول وجوہات ہیں کیونکہ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔

علامہ اقبال نے فرمایا:

> "ہندوستان ایک براعظم ہے۔ جہاں مختلف قومیں ایک ساتھ رہتی ہیں، اور وہ آپس میں اختلافات رکھتے ہیں۔ اگر کوئی آئین یا مستقبل کی ترتیبات اس خیال پر مبنی ہے کہ 'تمام ہندوستانی ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں'، تو یہ ممکنہ طور پر ہندوستان میں خانہ جنگی کو بھڑکا سکتا ہے۔ اس لیے میں ہندوستان کے مسلمانوں کے بہترین مفاد میں ایک مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے ایسا لگتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں، خاص طور پر ہندوستان کے شمال مغربی خطے میں ایک مضبوط مسلم ریاست قائم کرنا پڑے گی۔"

National Book Foundation

تجزیہ

علامہ اقبال کا خطاب سیاسی جدوجہد میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک واضح سمت فراہم کی۔ انہوں نے مسلم اکثریتی علاقوں میں ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہ پہلا واقعہ ہے جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر کسی مسلمان نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔

گول میز کانفرنس (۱۹۳۰ - ۱۹۳۲)

قائداعظم محمد علی جناح نے برطانوی وزیراعظم مسٹر رمز میکڈونلڈ کو ایک خط لکھا جس میں اُن پر زور دیا گیا کہ وہ ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتوں کی ایک کانفرنس بلائیں تاکہ وہ اپنے مطالبات حکومت کے سامنے پیش کریں۔

گول میز کانفرنس کا پہلا اجلاس ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ سے ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ تک منعقد ہوا۔ کانگریس نے پہلے اجلاس کا بائیکاٹ کیا۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح، مولانا محمد علی جوہر، سر آغا خان وغیرہ جیسے ممتاز رہنماؤں نے مسلم لیگ کی نمائندگی کی۔ مختلف مسائل کے حل کے لیے آٹھ ذیلی کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ وزیراعظم نے ہندوستان میں مرکز میں وفاقی نظام اور صوبوں میں ذمہ دار حکومت کا نظام متعارف کرانے کا اعلان کیا۔ حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

گول میز کانفرنس کا دوسرا سیشن ۷ ستمبر ۱۹۳۱ سے یکم دسمبر ۱۹۳۱ تک منعقد ہوا۔ جس میں کانگریس کی نمائندگی گاندھی نے کی جبکہ مسلم لیگ کی نمائندگی علامہ اقبال، مولانا شوکت علی اور سر علی امام نے کی۔ گاندھی نے ہندوستان کو ایک قوم ثابت کرنے کی پوری کوشش کی۔ گاندھی کے سخت رویہ کی بناء پر، اقلیتوں کے معاملے پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکا۔ اور اجلاس بغیر کسی نتیجے پر پہنچے ختم کردیا گیا۔

تیسرا اجلاس ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ سے ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ تک منعقد ہوا۔ تیسرے اجلاس میں کانگریس نے شرکت نہیں کی جبکہ مسلم لیگ کی نمائندگی سر آغا خان نے کی۔ تیسرا سیشن بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوگیا۔

کمیونل ایوارڈ (۱۹۳۲)

برطانوی وزیراعظم مسٹر رمز میکڈونلڈ نے اگست ۱۹۳۲ میں کمیونل ایوارڈ کا اعلان کیا۔ جس کے تحت مسلمانوں، سکھوں، ہندوستانی عیسائیوں، اینگلو انڈینز، یورپیوں اور نچلے طبقات کے لیے الگ الگ انتخابی حلقوں کو بڑھا دیا گیا۔ اس ایوارڈ نے ہندوستان میں اقلیتوں کے حق میں، مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں محفوظ کیں۔ تناسب کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اقلیتوں کو متعلقہ صوبوں میں ان کی آبادی سے زیادہ صوبائی اسمبلیوں میں نشستیں مختص کی گئیں۔ تاہم یہ فیصلہ مسلمانوں کے مفادات کے خلاف تھا، کیونکہ پنجاب اور بنگال کے صوبوں میں ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کردیا گیا تھا۔ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں نے کمیونل ایوارڈ کو قبول نہیں کیا اور مسلم لیگ نے بھی پنجاب اور بنگال کی قانون ساز اسمبلیوں میں مسلم نشستوں میں کمی کی وجہ سے اسے مسترد کردیا۔

National Book Foundation

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (۱۹۳۵)

برطانوی حکومت نے نہرو رپورٹ، قائد کے چودہ نکات اور تینوں گول میز کانفرنسوں (۱۹۳۰-۱۹۳۲) کے نتائج کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستان کے مستقبل کے آئین کی تشکیل کا عمل شروع کیا۔ ۱۹۳۵ کے آئین کی اہم خصوصیات درج ذیل تھیں:

دو ایوانی مقننہ یا قانون ساز اسمبلی: ایک دو ایوان والی قانون ساز اسمبلی بنائی گئی۔ جس میں ریاستی کونسل ایوان بالا کے طور پر کام کرتی تھی، جس میں کل ۲۶۰ ارکان تھے، جن میں سے ۱۵۶ صوبوں کی نمائندگی کرتے تھے اور ۱۰۴ ریاستوں کی نمائندگی۔ ایوان زیریں کے طور پر خدمات انجام دینے والی وفاقی اسمبلی ۳۷۵ ارکان پر مشتمل تھے، جس میں ۲۵۰ صوبوں اور ۱۲۵ ریاستوں کی نمائندگی کرتے تھے۔

وفاقی نظام: صوبوں اور ریاستوں پر مشتمل وفاقی نظام متعارف کرایا گیا۔

اختیارات کی تقسیم: مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کو تین فہرستوں میں تقسیم کیا گیا: وفاقی فہرست، صوبائی فہرست اور متوازی فہرست۔

صوبے: ۱۹۳۵ کے ایکٹ کے تحت انڈیا کے ۱۱ (گیارہ) صوبے تھے، جن میں سے ہر ایک کو صوبائی اور کنکرنٹ لسٹ میں درج مضامین پر قانون بنانے کا اختیار حاصل تھا۔

صوبائی خود مختاری: صوبائی خود مختاری میں اضافہ کیا گیا۔

وزراء کی کونسل: ہر صوبے میں وزراء کی ایک کونسل تھی، اور گورنر، کونسل کے مشورے پر عمل کرنے کا پابند تھا۔ البتہ، صوبائی گورنر بھارت کے گورنر جنرل کے ذیلی تھے۔

انڈین کونسل کا خاتمہ: انڈین کونسل کو ختم کر دیا گیا۔

وفاقی عدالت: وفاقی عدالت چیف جسٹس اور چھ دیگر ججوں پر مشتمل تھی جو اعلیٰ عدلیہ کے طور پر کام کرتی تھی۔ قانون (ایکٹ) فیڈرل عدالت کی اختیارات کے بارے میں تفصیلات فراہم کرتا تھا۔

National Book Foundation

تجزیہ

منٹو-مارلے ریفارم ۱۹۰۹ مسلمانوں کے لیے نتیجہ خیز ثابت ہوا کیونکہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کے علیحدہ انتخابی حلقے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ قانون ساز کونسلوں کی رکنیت اور اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

کانگریس کی وزارتوں کی تشکیل (۱۹۳۷-۱۹۳۹)

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کے تحت ۱۹۳۷ میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوئے۔ صوبوں کی کل نشستوں کی تعداد ۱۵۸۵ تھی، اور مسلم لیگ نے ۴۹۵ میں سے ۱۰۸ مسلم مخصوص نشستیں حاصل کیں۔ مسلم لیگ مختلف وجوہات کی بنا پر اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کرسکی۔ کانگریس نے ہندوستان کے کل ۱۱ (گیارہ) صوبوں میں سے ۸ (آٹھ) میں صوبائی وزارتیں بنائیں۔ تاہم مسلم لیگ کسی بھی صوبے میں وزارت قائم کرنے میں ناکام رہی۔ ۸ (آٹھ) صوبوں میں وزارتوں کی تشکیل کے فوراً بعد، کانگریس نے مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں شروع کردیں، جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

پارٹی کے جھنڈے لہرانا: جب ۸ (آٹھ) صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں بن گئیں تو کانگریس نے سرکاری افسران کو ہدایات جاری کیں کہ وہ سرکاری عمارتوں پر کانگریس کے جھنڈے لہرائیں۔

وندے ماترم ترانہ: "وندے ماترم" بنکم چندر چیٹرجی کے ناول "آنند مٹھ" سے لیا گیا ایک نغمہ تھا۔ اس نغمے میں مسلمانوں کی منفی تصویر پیش کی گئی تھی اور مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالنے کی تائید کی گئی تھی، اور یہ تجویز کیا گیا تھا کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے ہے۔ کانگریس نے "وندے ماترم" کو قومی ترانہ قرار دیا اور ہدایات جاری کیں کہ سرکاری دفاتر اور تعلیمی اداروں میں دن کا آغاز اس کو پڑھ کر کیا جائے۔

ودیہ مندر اسکیم: یہ ایک نئی تعلیمی اسکیم تھی جو ان صوبوں میں متعارف کرائی گئی تھی جہاں کانگریس پارٹی نے اپنی وزارتیں بنائی تھیں، اور اس اسکیم کا مقصد مسلم ثقافت کو مٹانا تھا۔ اس اسکیم کا مقصد مسلمانوں کو ہندو مذہب میں تبدیل کرنا تھا، اس لیے اسے تمام تعلیمی اداروں میں لاگو کیا گیا۔ طلباء کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے اسکول کی اسمبلیوں کے دوران ہر روز گاندھی کی تصویر کو خراج عقیدت پیش کریں۔

وردھا اسکیم: یہ اسکیم گاندھی کے فلسفہ ہندو قوم پرستی کی تبلیغ اور عدم تشدد کی اہمیت پر زور دینے کا نتیجہ تھی۔ اس اسکیم کا بنیادی مقصد نوجوان طلبہ کے ذہنوں میں ہندو ہیروز اور مذہبی رہنماؤں کے لیے احترام پیدا کرنا تھا۔ یہ اسکیم یہ احساس پیدا کرنے کے لیے بنائی گئی تھی کہ ہندوستان میں صرف ایک ہی قوم ہے۔ یہ جان بوجھ کر مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے متعارف کرائی گئی تھی۔

مسلمانوں پر حملے: کانگریس پارٹی کے دور حکومت میں صوبوں میں مسلمانوں پر حملے ایک پریشان کن معمول بن گیا تھا۔ مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں اور کانگریس کی غیر منصفانہ طرف داری کریں۔

کانگریس کی وزارتوں سے استعفیٰ اور یوم نجات: دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ میں شروع ہوئی اور برطانیہ نے جرمنی کے خلاف لڑتے ہوئے ہندوستانیوں سے ان کی حمایت کا مطالبہ کیا۔ کانگریس کا خیال تھا کہ برطانوی حکومت اس وقت اسے نظر انداز نہیں کرسکتی اور اعلان کیا کہ وہ جنگ میں ہونے والی سرگرمیوں میں حکومت کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ نومبر ۱۹۳۹ میں کانگریس کی وزارتوں نے صوبائی وزارتوں سے استعفیٰ دے دیا۔ قائداعظم نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۰ کو پرامن طریقے سے یوم نجات منائیں۔

National Book Foundation

تجزیہ

کانگریس کی وزارتوں کی حکمرانی مسلمانوں کے لیے ایک نازک دور تھا، کیونکہ اس دوران، اِن کی جانوں، جائیداد اور مذہب پر حملہ ہوا۔ کانگریس نے ہندوستان میں ایک قوم کے احساس کو فروغ دینے کے لیے مسلم مخالف تعلیمی اسکیمیں متعارف کروائیں۔ مسلمانوں نے پرامن طریقے سے ان پالیسیوں پر تنقید کی۔ وہ کانگریس کی وزارتوں سے استعفےٰ دے کر خوش تھے۔

قراردادِ لاہور / قراردادِ پاکستان (۱۹۴۰)

مارچ ۱۹۴۰ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں منٹو پارک میں منعقد ہوا، جو بعد میں اقبال پارک کے نام سے مشہور ہوا۔ قائداعظم نے اس سیشن کی صدارت کی، یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا ایک اہم واقعہ تھا کیونکہ اس اجلاس میں انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد پر اپنے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔ اس اجلاس میں ہندوستان کے مختلف حصوں سے ممتاز مسلم قائدین نے شرکت کی۔ قائد نے اپنی صدارتی تقریر کی اور چند اہم نکات اٹھائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ غلط فہمی ہے کہ ہندوستان میں صرف ایک قوم رہتی ہے۔ بلکہ یہاں دو مختلف قومیں رہتی ہیں: مسلمان اور ہندو۔ وہ مختلف تہذیبوں کے حامل ہیں جن کی عبادت کے اسلوب بھی مختلف ہیں۔ سالوں سے بھارت میں اکٹھے رہنے کے باوجود، ان کی اپنی جداگانہ شناخت ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ ملتے نہیں۔ قائد نے زور دے کر کہا کہ ہندوستان کے مسئلے کو ایک فرقہ وارانہ معاملہ کے طور پر نہیں بلکہ بین الاقوامی معاملہ کے طور پر دیکھا جانا چاہئے۔

قرارداد: بنگال کے وزیرِ اعلیٰ 'مولوی فضل الحق نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو قرارداد پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا: "کوئی بھی آئینی منصوبہ مسلمانوں کے لیے قابل عمل یا قابل قبول نہیں ہو گا جب تک کہ اسے درج ذیل بنیادی اصولوں پر نہ بنایا جائے۔ جغرافیائی طور پر جہاں جہاں مسلمان بکھرے ہوئے ہیں ان علاقوں کو ایک کرنا چاہیے، وہ علاقے جہاں مسلمان عددی طور پر اکثریت میں ہیں، جیسا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی علاقوں کو ایک کیا جائے تاکہ 'الگ ریاست' کی تشکیل کی جاسکے۔" اجتماع میں موجود تمام قائدین اور شرکاء نے قرارداد کی تائید کی۔

ردِعمل

مسلمان کافی خوش تھے کیونکہ قراردادِ لاہور نے انہیں ان کی منزل دکھادی تھی۔ قائداعظم کی مہربان قیادت میں انہوں نے اپنی توانائیاں آزادی کے حصول کے لیے وقف کر دیں۔ دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریس نے قرارداد کو مسترد کر دیا۔

National Book Foundation

کرپس مشن (۱۹۴۲)

مارچ ۱۹۴۲ میں برطانوی حکومت کا ایک وفد سر اسٹافورڈ کرپس کی قیادت میں ہندوستان پہنچا۔ وفد کا مقصد ہندوستان کی سیاسی صورتحال کا جائزہ لینا اور حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرنا تھا۔ وفد نے اپریل ۱۹۴۲ میں اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کی۔ ان کی سفارشات حسب ذیل تھیں۔

۱۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد، ایک دستور ساز اسمبلی تشکیل دی جائے گی، جس میں صوبوں اور ریاستوں کے اراکین شامل ہوں گے۔

۲۔ جنگ کے خاتمے کے بعد ہندوستان کو تسلط کا درجہ دیا جائے گا۔

۳۔ آئین کی تشکیل آئین ساز اسمبلی کے ذریعے کی جائے گی۔

۴۔ کرپس مشن کی تجاویز کو مجموعی طور پر قبول یا مسترد کر دیا جائے گا۔

ہندوستان چھوڑو تحریک (۱۹۴۲)

برطانیہ دوسری جنگ عظیم میں حصہ لے رہا تھا۔ کانگریس نے محسوس کیا کہ برطانیہ جنگ میں کامیاب نہیں ہوگا اور اس نے حکومت پر غیر منقسم ہندوستان چھوڑنے کے لیے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ اگست ۱۹۴۲ میں کانگریس نے ہندوستان چھوڑو تحریک شروع کی۔ اس تحریک میں کانگریس نے الگ مسلم ریاست کے قیام میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی۔ ہندو اپنے ایجنڈے کے حصول کے لیے پرتشدد سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ تاہم، حکومت نے صورت حال پر قابو پالیا، اور یہ تحریک بالآخر ناکام ہوگئی۔

تقسیم کرو اور ہندوستان چھوڑو

قائداعظم محمد علی جناح نے 'ہندوستان چھوڑو تحریک' کو مسلم دشمن قرار دیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ تحریک ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی۔ قائداعظم نے 'ہندوستان چھوڑو تحریک' کا جواب اس نعرے کے ساتھ دیا، 'تقسیم کرو اور ہندوستان چھوڑو۔' یہ قائداعظم کا بہترین جواب تھا۔ انہوں نے بھارتی مسلمانوں کے لیے الگ مسلم ریاست حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام توانائیوں کو وقف کیا۔

گاندھی-جناح مذاکرات (۱۹۴۴)

۱۷ جولائی ۱۹۴۴ کو گاندھی نے قائداعظم کو خط لکھ کر ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ گاندھی جناح مذاکرات ۹ ستمبر ۱۹۴۴ کو شروع ہوئے اور ۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ تک ممبئی میں جاری رہے۔ گاندھی نے قائداعظم سے کہا کہ وہ ان سے ذاتی حیثیت میں ملنے آئے ہیں نہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کے نمائندے

National Book Foundation

کے طور پر۔ قائداعظم نے اس بات کا اظہار کیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور انہیں ایک الگ ریاست ملنی چاہیے۔ دوسری طرف، گاندھی نے کہا کہ تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں، اور ہندوستان کی تقسیم ہندوستان کی وحدت کو تباہ کر دے گی۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ کو گاندھی جناح مذاکرات ختم ہوئے۔ گاندھی کے اس غیر منصفانہ نقطہ نظر کی وجہ سے مذاکرات ناکام ہو گئے کہ تمام ہندوستانی ایک قوم تھے۔

شملہ کانفرنس (۱۹۴۵)

جون ۱۹۴۵ میں، دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد، ہندوستانی وائسرائے لارڈ ویول نے شملہ میں ایک کانفرنس طلب کی اور ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کو اپنے منصوبے پر بات کرنے کے لیے مدعو کیا۔ کانفرنس میں مسلم لیگ کے وفد نے قائداعظم کی قیادت میں اور کانگریس کے وفد نے مولانا ابوالکلام کی قیادت میں شرکت کی۔ کانگریس نے مولانا ابوالکلام کو یہ دعویٰ کرنے کے لیے نامزد کیا کہ وہ مسلمانوں کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ تاہم، ایک تعطل پیدا ہوا جب قائداعظم نے اصرار کیا کہ ایگزیکٹو کونسل کے پانچوں ارکان کا مسلم لیگ سے ہونا ضروری ہے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ خضر حیات نے مطالبہ کیا کہ کونسل میں مسلمانوں کے لیے مختص ایک نشست ان کی یونینسٹ پارٹی کو دی جائے۔ کانگریس نے بھی یونینسٹ پارٹی کے مطالبے کی حمایت کی۔ قائداعظم نے اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام جماعتوں کے نمائندہ دعووں کا تعین کرنے کے لیے انتخابات کرائے جائیں۔ کانفرنس بالآخر ناکامی پر ختم ہوئی۔

۱۹۴۵-۱۹۴۶ کے انتخابات

مرکزی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات دسمبر ۱۹۴۵ میں ہوئے تھے۔ قائداعظم نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور مسلمانوں کے لیے ان انتخابات کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ پر اپنا انتخابی منشور تیار کیا۔ اور انتخابات میں مسلمانوں کے لیے مخصوص تمام ۳۰ نشستیں مسلم لیگ نے جیتیں۔ ۱۹۴۶ کے آغاز میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے جن میں مسلمانوں کے لیے ۴۸۲ نشستیں مخصوص تھیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور ریزرو مسلم سیٹوں کی اکثریت حاصل کی۔ ۱۹۴۵-۴۶ کے انتخابات نے ثابت کیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستانی مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت تھی، جب کہ کانگریس بنیادی طور پر ہندوؤں کی نمائندگی کرتی تھی۔ ان انتخابات میں مسلم لیگ کی جیت نے پاکستان کے قیام کی راہ ہموار کی۔

National Book Foundation

دہلی کنونشن (۱۹۴۶)

۱۹ اپریل ۱۹۴۶ کو دہلی میں مسلم لیگ کے مرکزی قانون ساز اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے جیتنے والے امیدواروں کا جلسہ منعقد ہوا۔ ہندوستان کی سیاسی صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ قائداعظم نے اس بات پر زور دیا کہ کانگریس کے دور حکومت میں متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا قیام امت مسلمہ کی منزل ہے۔ دہلی کنونشن کے شرکاء نے علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کی قرارداد پاس کی۔

کیبنٹ مشن پلان (۱۹۴۶)

برطانوی وزیراعظم لارڈ ایٹلی نے ہندوستان کے وائسرائے اور سیاسی رہنماؤں کے ساتھ آئینی مسائل پر بات چیت کے لیے ایک وفد ہندوستان بھیجا جسے کابینہ مشن پلان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وفد تین ارکان پر مشتمل تھا: سراسٹافورڈ کرپس، اے وی۔ الیگزینڈر اور پیتھک لارنس، یہ وفد ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ کو ہندوستان پہنچا۔ وفد نے دونوں جماعتوں، کانگریس اور مسلم لیگ کی قیادت سے ملاقات کی اور ان کے خیالات سنے۔ اس نے مئی ۱۹۴۶ میں ایک فارمولے کا اعلان کیا جس اس کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ ہندوستان ایک یونین ہوگی جس میں برطانوی ہندوستان اور ریاستیں شامل ہوں گی۔ مرکزی حکومت دفاع، خارجہ امور، مواصلات اور ٹیکس کے نفاذ جیسے موضوعات سے نمٹے گی۔

۲۔ صوبوں کے تین گروپ ہوں گے۔ گروپ (الف) چھ ہندو اکثریتی صوبوں پر مشتمل ہوگا۔ گروپ (ب) پنجاب، سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ (خیبر پختونخوا) پر مشتمل ہوگا۔ گروپ (ج) بنگال اور آسام کے صوبوں پر مشتمل ہوگا۔

۳۔ صوبے اور ریاستیں ہندوستانی یونین کی بنیادی اکائیاں ہوں گی۔ صوبوں کو ان مضامین پر اختیارات حاصل ہوں گے جو یونین کے مضامین میں شامل نہیں ہیں۔ صوبوں کو بقایا اختیارات بھی حاصل ہوں گے۔

۴۔ اگر کسی بھی صوبے کی صوبائی اسمبلی کی اکثریت ہندوستانی اتحاد سے علیحدگی اختیار کرنا چاہے گی، تو وہ ایسا کر سکے گی، لیکن دس سال کی مدت کے بعد۔

۵۔ سیاسی جماعتوں کو مجموعی طور پر اس منصوبے کو قبول یا مسترد کرنا ہوگا۔ جو جماعت اس منصوبے کو قبول کرے گی اسے عبوری حکومت میں شامل کیا جائے گا۔

ردعمل

کانگریس نے اس منصوبے کو قبول کر لیا اور وہ کافی خوش تھی کیونکہ مسلمانوں کا الگ ریاست کا مطالبہ پورا نہیں ہوا۔ قائداعظم اور مسلم لیگ نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا لیکن منصوبے کی شقوں کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا۔

National Book Foundation

عبوری حکومت

۱۹۴۶ میں ہندوستان میں ایک عبوری حکومت قائم ہوئی جس نے آزادی تک اپنے کام جاری رکھے۔ کانگریس نے مسلم لیگ کو عبوری حکومت سے باہر رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوئی۔ مسلم لیگ سے لی گئی عبوری حکومت کے ارکان اور ان کے محکمے یہ ہیں:

لیاقت علی خان (مالیات)، راجہ غضنفر علی (صحت)، ابراہیم اسماعیل چندی گڑھ (کامرس)، عبدالرب نشتر (مواصلات) اور جوگیندرا ناتھ منڈل (قانون) شامل تھے۔ انڈین نیشنل کانگریس سے لی گئی عبوری حکومت کے ارکان میں جواہر لعل نہرو (خارجہ امور)، راج گوپال اچاریہ (تعلیم)، جگجیون رام (مزدور)، راجندر پرساد (خوراک اور زراعت)، پٹیل (داخلہ، اطلاعات و نشریات) شامل تھے۔ آصف علی (ٹرانسپورٹ اور ریلوے) تین اقلیتی ارکان میں بلدیو سنگھ (دفاع)، جان متھائی (صنعتیں اور سپلائیز) اور سی ایچ بھابھا (کام، کان اور بجلی)۔

۳ جون ۱۹۴۷ کا منصوبہ

پس منظر: لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کا آخری وائسرائے مقرر کیا گیا تھا، اور وہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ کو ہندوستان پہنچے تھے۔ ان کا اہم کام ہندوستانیوں کو اقتدار کی پرامن منتقلی میں سہولت فراہم کرنا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کی سیاسی قیادت سے بات چیت شروع کی۔ انہوں نے کانگریس کے نمائندوں جواہر لعل نہرو اور مہاتما گاندھی سے ملاقات کی۔ ماؤنٹ بیٹن نے ان کے نقطہ نظر کو سنا۔ قائداعظم نے ماؤنٹ بیٹن سے بھی ملاقات کی اور ہندوستان کی تقسیم کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ ماؤنٹ بیٹن برطانوی حکومت سے ہندوستان کی تقسیم کی اسکیم کی منظوری لینے برطانیہ گئے تھے۔ برطانوی وزیراعظم لارڈ ایٹلی اور ان کی کابینہ نے اس اسکیم کی منظوری دی، اور ماؤنٹ بیٹن ہندوستان واپس آ گئے۔

۳ جون کا منصوبہ: تقسیم کا ابتدائی منصوبہ اگست ۱۹۴۸ میں طے کیا گیا تھا۔ تاہم، ماؤنٹ بیٹن نے کچھ وجوہات کی بناء پر تاریخ میں ردوبدل کر کے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ کر دیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے ۳ جون ۱۹۴۷ کو تقسیم کے منصوبے کا اعلان کیا۔ اس پلان کی اہم دفعات درج ذیل تھیں۔

۱۔ سندھ اسمبلی فیصلہ کرے گی کہ وہ ہندوستان میں شامل ہونا چاہتی ہے یا پاکستان میں۔

۲۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ (NWFP) میں ایک ریفرنڈم کا انعقاد کیا جائے گا تاکہ یہ تعین کیا جا سکے کہ صوبہ، ہندوستان کے کس حصہ میں شامل ہونا چاہتا ہے، بھارت میں یا پاکستان میں۔

۳۔ پنجاب اور بنگال کی قانون ساز اسمبلیاں اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گی۔

۴۔ ایک ریفرنڈم صوبہ آسام کے ضلع سلہٹ میں منعقد کیا جائے گا تاکہ لوگوں کی ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہونے کی خواہش کا تعین کیا جا سکے۔

۵۔ بلوچستان کا شاہی جرگہ اور کوئٹہ میونسپل کارپوریشن اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔

National Book Foundation

۶۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کو ہندوستان اور پاکستان میں عبوری آئین کے طور پر لاگو کیا جائے گا۔

۷۔ ریاستیں اپنے مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کریں گی۔

قانون آزادی ہند ۱۹۴۷

برطانوی وزیر اعظم لارڈ ایٹلی نے مسودہ قانون برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جس کو منظور کر لیا گیا۔ اس کا نفاذ ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ کو ہوا اور اسے آزادی ایکٹ ۱۹۴۷ کا نام دیا گیا۔ ایکٹ کی اہم دفعات درج ذیل تھیں۔

۱۔ ہندوستان پر برطانوی راج ۱۵ اگست ۱۹۴۷ کو ختم ہو جائے گا، اور دو ممالک، پاکستان اور بھارت، قائم کئے جائیں گے۔

۲۔ دونوں ممالک کی قانون ساز اسمبلیوں کو قانون سازی کا اختیار حاصل ہو گا۔ ۱۹۳۵ کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو ہندوستان اور پاکستان دونوں میں عبوری آئین کے طور پر نافذ کیا جائے گا۔

۳۔ شاہی ریاستوں کو کسی بھی ملک میں شامل ہونے کا اختیار دیا جائے گا۔

۴۔ برطانوی ولی عہد کے اختیارات ختم ہو جائیں گے، اور دونوں ممالک کے گورنر جنرلز کو مقننہ کے منظور کردہ بلوں کی منظوری کا اختیار حاصل ہو گا۔

۱۹۴۷ کے آزادی ایکٹ کے تحت، پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو وجود میں آیا، قائداعظم محمد علی جناح پہلے گورنر جنرل اور لیاقت علی خان پہلے وزیر اعظم تھے۔

پاکستان کی تشکیل میں سیاسی رہنماؤں، خواتین اور اقلیتوں کا کردار

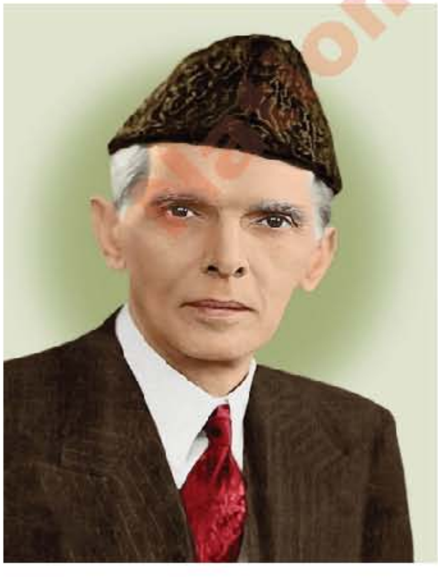

قائداعظم محمد علی جناح

قائداعظم محمد علی جناح ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ کو کراچی میں پیدا ہوئے وہ بیسویں صدی کے عظیم مسلم رہنما تھے۔ انہوں نے اپنی توانائیاں ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور ہندو اور برطانوی تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیں۔ انہیں بجا طور پر قائد اور بابائے قوم کہا جاتا ہے۔ ابتدا میں قائداعظم نے ہندو مسلم اتحاد کی وکالت کی اور ۱۹۱۶ کے لکھنؤ معاہدہ کی تشکیل میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ تاہم کانگریس اور ہندوؤں کی مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے وہ اس پر دوبارہ غور کرنے پر مجبور ہو گئے اور ان دونوں پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا۔ انہوں نے ہندوستان میں ایک قوم کے تصور کو مسترد کر دیا اور اس

کے لیے انہوں نے کئی مثالیں پیش کیں۔

مسلمان ایک الگ قوم تھے اور انہیں ایک الگ وطن کی ضرورت تھی۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کا اصل مقصد ایک الگ ریاست کا حصول ہے۔ انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کو منظم کیا اور اس کے جھنڈے تلے مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔ لیگ نے ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مرکزی قانون ساز اسمبلی کی تمام ۳۰ مخصوص مسلم نشستیں جیت لیں۔ قائداعظم نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور اپنی تمام تر کوششیں پاکستان کے ابتدائی مسائل کے حل کے لیے وقف کر دیں۔ قائداعظم محمد علی جناح اگرچہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو انتقال کر گئے لیکن وہ آج بھی پاکستانیوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی اور بعد میں لاہور چلے گئے، جہاں انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ علامہ اقبال انگلستان گئے اور چند سال وہیں رہے۔ بعدازاں وہ جرمنی چلے گئے، یونیورسٹی آف میونخ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری مکمل کی، اور ۱۹۰۸ء میں ہندوستان واپس آئے۔ علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کی مذمت کی۔ علامہ اقبال کو "شاعر مشرق" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے اتحاد کے خیال کی حمایت کی۔ وہ پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں صدارتی خطاب کیا، انہوں نے اپنی تقریر میں درج ذیل نکات پر روشنی ڈالی:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، سیاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے اور اس نے ہمیشہ مسلمانوں کی حفاظت کی ہے۔ ہندوستان میں ایک قوم کے تصور کو مسلمان قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ہندو اور مسلمان دونوں زندگی کے ہر پہلو میں شدید اختلافات رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک مسلم ریاست قائم کی جائے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو متاثر کیا اور وہ "حکیم الامت" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا انتقال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو ہوا اور انہیں لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

National Book Foundation

چوہدری رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ

چوہدری رحمت علی جدوجہد آزادی کے دوران ایک سرگرم شخصیت اور نظریہ پاکستان کے معمار تھے۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کیا اور پھر ایچی سن کالج لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلینڈ گئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے ماسٹر ڈگری مکمل کی، جس کے بعد ڈبلن یونیورسٹی سے بار ایٹ لاء کی ڈگری حاصل کی۔ چوہدری رحمت علی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے گہری جذباتی حساسیت رکھتے تھے اور ایک عظیم خطیب تھے۔ انہوں نے اس خیال کو پروان چڑھایا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور انہیں ایک الگ وطن دیا جانا چاہیے۔

۱۹۳۳ میں، چودھری رحمت علی نے 'اب یا کبھی نہیں' کے عنوان سے ایک پمفلٹ جاری کیا اور اس بات پر زور دیا کہ مسلمان کئی پہلوؤں سے ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ ہندوستان کو دو ریاستوں میں تقسیم کرنا امن کو برقرار رکھنے کا ایک قابل عمل اور مستقل حل ہے کیونکہ ایک غیر منقسم ہندوستان بے ترتیبی اور انتشار کا باعث بنے گا۔ چودھری رحمت علی نے مسلم ریاست کا نام "پاکستان" تجویز کیا۔ ۱۹۳۳ میں انہوں نے 'پاکستان نیشنل موومنٹ' کی بنیاد رکھی اور برطانوی راج سے آزادی حاصل کرنے کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ انہوں نے مسلمانوں میں یہ شعور بیدار کیا کہ ان کے مسئلے کا واحد حل الگ ریاست کے قیام میں ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح

محترمہ فاطمہ جناح قائداعظم محمد علی جناح کی بہن تھیں اور انہوں نے نہ صرف تحریک پاکستان کے دوران بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی بہت فعال کردار ادا کیا۔ وہ اپنے بھائی کی قریبی ساتھی تھیں اور آل انڈیا مسلم لیگ کی خواتین کے حلقے کو منظم کرنے کا کام کرتی تھیں، وہ مسلم لیگ کے جلسوں کی صدارت کرتی تھیں۔ محترمہ فاطمہ جناح اپنے بھائی قائداعظم کے ساتھ ہر اس جگہ جاتیں جہاں وہ مسلمانوں کے مسائل کا حل تلاش کرتے۔ انہوں نے متحدہ ہندوستان میں دور دراز مقامات کا دورہ کیا اور مسلم خواتین میں سیاسی بیداری پیدا کی، اور انہیں جدوجہدِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی۔

فاطمہ جناح اور ان کی ساتھیوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کا پیغام ہر گھر تک پہنچایا۔ تقسیم کے وقت بڑی تعداد میں مہاجرین پاکستان آئے۔ انہوں نے پناہ گزین

کیمپوں کا دورہ کیا اور خواتین کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ اپنے حوصلے بلند رکھیں اور خندہ پیشانی سے مسائل کا سامنا کریں۔ قائد اعظم کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں اور ۱۹۶۵ میں ایوب خان کے خلاف صدارتی انتخاب لڑا۔ انہیں مادرِ ملت کا خطاب دیا گیا۔ فاطمہ جناح کا انتقال ۹ جولائی ۱۹۶۷ کو ہوا۔

ایس پی سنگھا

دیوان بہادر ستیہ پرکاش سنگھا، جو ایس پی سنگھا کے نام سے جانے جاتے ہیں، ایک سیاسی کارکن تھے جو ۱۸۹۳ میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی میں ملازمت حاصل کی اور میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کا امتحانی نظام متعارف کرایا۔ ان کی خدمات کے باعث برطانوی حکومت نے انہیں 'دیوان بہادر' کے اعزاز سے نوازا۔ ہندوستانی عیسائیوں کی اکثریت، جس کی نمائندگی آل انڈیا کانفرنس آف انڈین کرسچن کرتی تھی، انڈین نیشنل کانگریس کے اتحادی تھی۔ تاہم، ایس پی سنگھا نے اس کے برعکس نقطہ نظر رکھا اور مارچ ۱۹۴۰ میں لاہور میں منعقدہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں بھی شرکت کی۔

انہوں نے اعلان کیا کہ، "جناح ہمارے رہنما ہیں" اور یقین دلایا کہ پاکستان بنانے میں عیسائی ان کا ساتھ دیں گے۔ سنگھا نے متحدہ ہندوستان میں پنجاب اسمبلی کے اسپیکر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو ایس پی سنگھا نے پاکستان میں رہنے کا انتخاب کیا اور ۱۹۴۸ میں انتقال کر گئے۔

مشق

سوال نمبر ا: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

ا۔ شملہ وفد ۱۹۰۶ کی اہمیت بیان کریں؟

۲۔ ۱۹۲۸ کی نہرو رپورٹ کا تجزیہ کریں؟

۳۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے تین مقاصد کیا تھے؟

۴۔ قائد اعظم کے پیش کردہ چودہ نکات کی اہمیت بیان کریں؟

۵۔ علامہ اقبال کے ۱۹۳۰ کے خطاب کا تجزیہ کریں؟

۶۔ ۱۹۴۵ کی شملہ کانفرنس کی ناکامی کی وضاحت کریں؟

۷۔ ۱۹۴۶ کے کیبنٹ مشن پلان کے دیے گئے فارمولے کا تجزیہ کریں؟

National Book Foundation

سوال نمبر ۲: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ لکھنؤ معاہدے میں کس طرح کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے خدشات اور مطالبات کو پورا کیا؟

۲۔ تحریک خلافت کیسے ابھری، اور اس کے بنیادی مقاصد کیا تھے؟

۳۔ کانگریس کی وزارتوں نے مسلمانوں کے خلاف کس حد تک کام کیا، اور ان کے اقدامات کے کیا نتائج نکلے؟

۴۔ قرارداد لاہور میں بنیادی اصول اور مطالبات کیا تھے؟

۵۔ جون ۱۹۴۷ کے منصوبے کی وہ کون سی اہم دفعات تھیں جنہوں نے ہندوستان کی تقسیم کی راہ ہموار کی؟

اضافی سرگرمی

ہر طالب علم ایک موضوع کا انتخاب کرے گا، ایک چارٹ تیار کرے گا، اہم نکات لکھے گا، اور پھر استاد کو جمع کرائے گا۔

تحریک خلافت کے دوران گاندھی اور مسلم رہنماؤں کے کردار کا موازنہ اور موازنہ کریں؟

لغت

وفد: لوگوں کا ایک گروپ

پارلیمنٹرین: ممبر پارلیمنٹ

باغی: وہ شخص جو اپنی حکومت کے خلاف لڑتا ہے۔

مظاہرہ: حکومت کے خلاف عوامی جلسہ یا مارچ

صوبائی خود مختاری: صوبے کی خود مختاری اور فیصلہ سازی کا اختیار

آئین میں ترمیم: آئین میں تبدیلی متعارف کرانا

وفاقی نظام: طاقت مرکز اور صوبوں کے درمیان تقسیم ہوتی ہے۔

دو ایوانی مقننہ: مقننہ کے دو ایوان (پاکستان: قومی اسمبلی اور سینیٹ)

عبوری حکومت: ایک عارضی حکومت

National Book Foundation

اس باب سے مشکل الفاظ کی فہرست نکالیں اور ان کے معنی لکھیں۔

National Book Foundation

حصّہ دوم

جغرافیہ پاکستان

سبق

03

سرزمینِ پاکستان

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- دنیا کے نقشے پر پاکستان کا متعین کردہ محل وقوع بیان کر سکیں۔
- پاکستان کے ہمسایہ ممالک، سمندروں اور بحروں کے قریبی ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں۔
- پاکستان کے بڑے شہروں کی اہمیت ان کے جغرافیائی محل وقوع (بشمول دریاؤں، پہاڑوں اور ساحلی علاقوں) کی بناء پر ان کی خصوصیات بیان کر سکیں۔

National Book Foundation

پاکستان کا محلِ وقوع

پاکستان جنوبی ایشیاء میں واقع ہے۔ اس کا کُل رقبہ ۷۹۶،۰۹۶ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ شمال سے جنوب تک ۱،۶۰۰ کلومیٹر طویل ہے اور مشرق سے مغرب تک ۸۸۵ کلومیٹر چوڑا ہے۔ نقشے پر دکھائے گئے خط کے مطابق، پاکستان 24 سے 37 درجے عرض بلد شمالی اور 61 سے 77 درجے طول بلد مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اسلام آباد پاکستان کا وفاقی دار لحکومت ہے۔ یہ دنیا کے جدید ترین اور منصوبہ بند دارالحکومتوں میں سے ایک ہے۔ نقشے میں پاکستان کے چاروں صوبوں یعنی پنجاب، خیبر پختونخوا، بلوچستان اور سندھ کی انتظامی تقسیم بھی دکھائی گئی ہے۔ ۲۹ اگست ۲۰۰۹ کو پاکستان کے شمالی علاقوں کو پاکستان کی وفاقی کابینہ نے ایک نئی شناخت یعنی، "گلگت بلتستان" اور داخلی اور سیاسی خود مختاری تفویض کی تھی۔ آزاد جموّں وکشمیر (AJK) ایک خود مختار علاقہ ہے۔ جس کا صدر مقام مظفر آباد ہے، جس کو پاکستان کی وفاقی حکومت کے زیرِ انتظام چلایا جاتا ہے۔ جنوبی پاکستان میں ۱۰۵۸ کلومیٹر طویل ساحلی علاقے ہیں۔

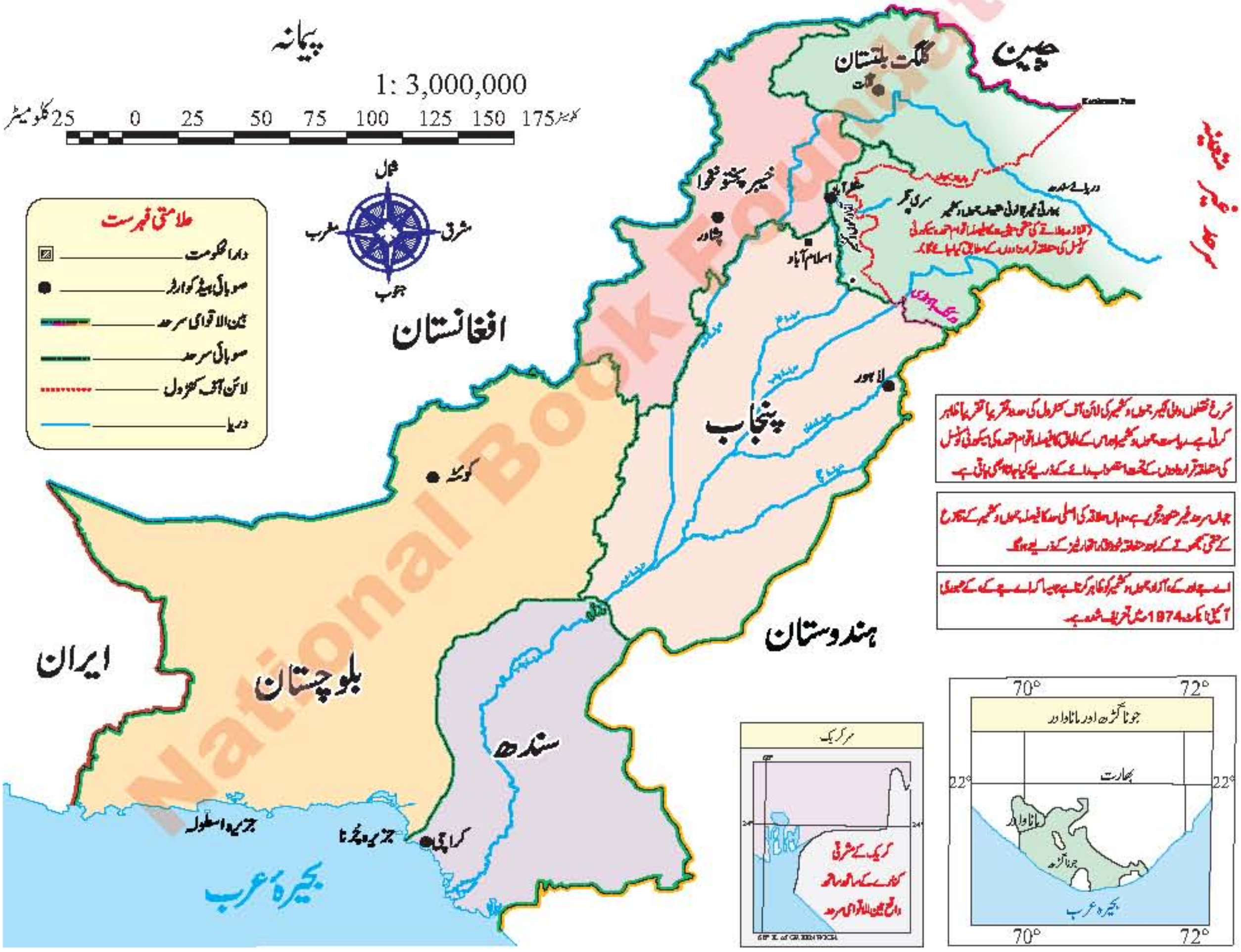

کیا آپ جانتے ہیں؟

اسلام آباد اپنی سرسبز و شاداب جگہوں کے لیے جانا جاتا ہے، جن میں مارگلا ہلز، شکرپڑیاں اور نیشنل پارک شامل ہیں۔ یہاں کئی مشہور مقامات ہیں، جس میں فیصل مسجد بھی شامل ہے جو جدید اسلامی فنِ تعمیر کی شاندار مثال ہے۔

پاکستان کی سرحدیں چھ ممالک سے ملتی ہیں۔ مشرق میں پاکستان کی بین الاقوامی سرحد بھارت کے ساتھ ملتی ہے۔ پاکستان کے شمالی سرے پر، ۸۰۶ کلومیٹر پر پھیلی لائن آف کنٹرول (ایل او سی) جو پاکستان کے زیرِ انتظام آزاد کشمیر کو بھارت کے زیرِ تسلط جموّں و کشمیر کے علاقے سے الگ کرتی ہے۔ چین شمال مشرق میں، قراقرم کے پہاڑی سلسلے کی دوسری جانب واقع ہے۔ افغانستان کے ساتھ مغربی سرحد ۲،۶۱۱ کلومیٹر تک طویل ڈیورنڈ لائن کے ساتھ قائم ہے۔ واخان راہداری، افغان سرزمین کی ایک تنگ پٹی جو تاجکستان تک پھیلی ہوئی ہے، یہ پاکستان کو وسطی ایشیاء کے باقی حصوں سے الگ کرتی ہے۔ جنوب مغرب میں، پاکستان، اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ ۹۰۹ کلومیٹر طویل سرحدی اشتراک ہے۔

پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت

جغرافیائی نقطہ نظر سے، پاکستان محل وقوع کے لحاظ سے وسطی ایشیاء اور مشرق وسطیٰ کے لیے ایک راہداری کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ اسلامی بلاک کے لیے راہ گزر کے طور پر کام کرتا ہے، اس سے پاکستان کو خطے میں دوسرے ممالک سے تعاون اور مسابقت دونوں کے لیے جو تزویراتی فائدہ ملتا ہے اس کی وضاحت یہاں ہے:

۱۔ پاکستان، چین کے شمال مغرب میں اور ایران اور افغانستان کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ یہ وسطی ایشیاء سے قریب ہے۔ پاکستان افغانستان اور وسطی ایشیائی ریاستوں کو اندرونی تجارتی راستہ فراہم کرتا ہے، یہ ممالک زمین بند (لینڈلاکڈ) ہیں اور ان کی سمندر تک رسائی نہیں ہے۔ اس سے پاکستان کو وسطی ایشیاء تک رسائی ملتی ہے، جو قدرتی وسائل اور ابھرتی ہوئی معیشتوں سے مالامال خطہ ہے۔

۲۔ سمندری تجارتی نقطہ نظر سے، بحیرہ عرب بہت سے ممالک کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ یہ گرم پانی کا سمندر ہے اور بحری تجارتی راستہ ہے اور تیل اور گیس کی فراہمی کا اہم ذریعہ ہے۔ بحیرہ عرب ایک تزویراتی حیثیت رکھتا ہے، جو بحر ہند کو خلیج فارس سے ملاتا ہے۔

اساتذہ کے لیے نوٹ: پاکستان کے نقشے کا مطالعہ کرنے کے بعد، چین، افغانستان، ایران اور بھارت کے مقام کو بیان کرنے کے لیے بنیادی سمتوں کا استعمال کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ا۔ زمین بند ملک، ایسے ملک کو کہتے ہیں جو مکمل طور پر خشکی سے گھرا ہوا ہو، اور جس کی سمندر یا ساحلی پٹی تک براہ راست رسائی نہ ہو، ایسے ممالک میں افغانستان اور بھوٹان شامل ہیں۔

یہ جنوبی ایشیاء، مشرق بعید اور مشرق وسطیٰ کے درمیان سمندری تجارت کے لیے ایک بڑا سمندری تجارتی راستہ ہے۔ اس سے پاکستان کو توانائی کے وسائل اور عالمی منڈیوں تک رسائی ملتی ہے۔

۱۔ پاکستان دنیا کے دو مصروف ترین فضائی آمدورفت کے راستے، شمالی بحراوقیانوس اور ایشیا پیسیفک راستوں کے سنگم پر واقع ہے۔ یہ مشرق اور مغرب کے درمیان فضائی آمدورفت کے لیے نقل و حمل کا ایک قدرتی مرکز ہے۔ جناح ٹرمینل کراچی ایک بین الاقوامی ہوائی اڈے کے طور پر اہم ہے کیونکہ یہ مسافروں اور سامان وغیرہ لے جانے کا ذریعہ ہے۔

۲۔ بحیرہ عرب سمندری غذا حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بحیرہ عرب میں، مچھلی، شارک، وہیل اور ڈالفن سمیت بہت سی دیگر سمندری مخلوق پائی جاتی ہیں۔ پاکستان کی تین اہم بندرگاہیں ہیں جن میں کراچی کیماڑی بندرگاہ، بن قاسم بندرگاہ اور گوادر بندرگاہ شامل ہیں۔

معلومات کو وسیع کریں

چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) ۶۲ بلین ڈالر کا منصوبہ ہے، جو چین کو بحیرہ عرب سے منسلک کرتا ہے۔ CPEC، چین کے بیلٹ اینڈ روڈ انیشیٹو (BRI) کا ایک اہم حصّہ ہے، یہ سرمایہ کاری کا ایک منصوبہ ہے۔ جس کا مقصد چین کو سڑکوں اور ریلوے کے ذریعے دنیا بھر کے ممالک سے جوڑنا ہے۔ توقع ہے کہ CPEC سے پاکستان کی معیشت کو فروغ ملے گا اور چین اور دنیا کے دیگر ممالک کے ساتھ اس کے تجارتی روابط بہتر ہوں گے۔

پاکستان کے اہم بڑے شہر

بڑے شہر اکثر اپنے ملکوں کے اقتصادی مراکز ہوتے ہیں۔ وہ کاروبار، صنعتوں اور مالیاتی اداروں کا گڑھ ہوتے ہیں جو معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کچھ شہروں میں اہم تاریخی اور ثقافتی مقامات بھی ہوتے ہیں، جیسے کہ عجائب گھر، یادگاریں اور تھیٹر وغیرہ۔ ان شہروں کی تاریخ اور ثقافت کے بارے میں جان کر، ہم اپنے ملک کے ماضی اور حال کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اور اپنے ملک اور اس کے لوگوں کی جداگانہ حیثیت کو سمجھ سکتے ہیں۔

کراچی

کراچی، پاکستان کی سرمایہ کاری کا مرکز اور صوبہ سندھ کا دارالحکومت، یہ اپنے تزویراتی محل وقوع اور اقتصادی صلاحیت کی وجہ سے ایک اہم شہر سمجھا جاتا ہے۔ کیبل نیٹ ورکنگ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں پیش قدم، کراچی سافٹ ویئر آؤٹ سورسنگ کا مرکز بن چکا ہے۔ مزید یہ کہ کراچی متعدد نمایاں صنعتوں، جیسے کپڑے کی صنعت، بحری تجارت اور سیاحت کا حامل ہے۔ کراچی میں ملک کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ اور بندرگاہ واقع ہیں، جس کی بدولت پاکستان کی برآمدات اور درآمدات ممکن ہوتی ہے۔ اس طرح یہ شہر ملک کی آمدنی میں نمایاں حصّہ ڈالتا ہے۔

National Book Foundation

کراچی

لاہور

لاہور

لاہور پاکستان کا دوسرا سب سے زیادہ آبادی والا شہر ہے، جو صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ لاہور ایک ثقافتی اور تاریخی شہر ہے، دنیا کی سب سے بڑی مساجد میں سے ایک، بادشاہی مسجد یہاں واقع ہے۔ لاہور صنعت کاری کا ایک بڑا تجارتی مرکز ہے، خاص طور پر یہاں کپڑوں کی صنعت، غذائی اشیاء کی صنعت اور انجینئرنگ کی صنعتیں ہیں۔

فیصل آباد

فیصل آباد ملک کے شمال مشرق میں، دریائے راوی اور چناب کے میدانی علاقوں کے درمیان واقع ہے۔ فیصل آباد پاکستان کے ان شہروں میں سے ایک ہے، جہاں پاکستان کی سب سے زیادہ صنعتیں ہیں۔ کپڑوں کی صنعت کی وجہ سے فیصل آباد کو "پاکستان کا مانچسٹر" کہا جاتا ہے۔ زرعی لحاظ سے فیصل آباد کپاس، گندم، چاول اور گنے جیسی اہم فصلوں کی پیداوار کے لیے جانا جاتا ہے۔

فیصل آباد

کوہ نور شاپنگ ڈسٹرکٹ فیصل آباد

National Book Foundation

ملتان

ملتان پاکستان کا چوتھا بڑا شہر ہے جو صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ یہ ایک قدیم شہر ہے جس کی ایک تاریخی اہمیت ہے۔ یہاں ملک کے قدیم ترین قلعوں میں سے ایک 'قلعہ ملتان' واقع ہے۔ مذہبی اعتبار سے ملتان کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ یہ حضرت شاہ رکن عالم سمیت کئی صوفی اولیاء کے مزارات کا مقام ہے۔

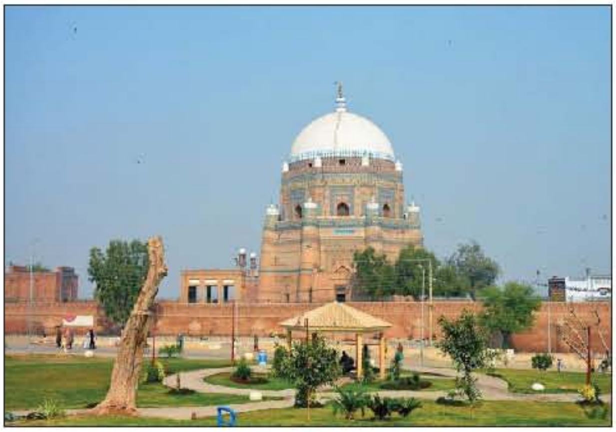

ملتان

پشاور

پشاور پاکستان کے شمال مغرب میں واقع صوبہ خیبر پختونخوا کا دارالحکومت ہے۔ یہاں مرکزی گزر گاہ درہ خیبر واقع ہے، جو وسطی ایشیاء اور جنوبی ایشیاء کے درمیان ایک تاریخی و مرکزی تجارتی راستہ ہے۔ پشاور ایک نمایاں ثقافتی شہر بھی ہے اور مہابت خان مسجد جیسی کئی تاریخی یادگاروں کا مرکز بھی۔

پشاور

کوئٹہ

کوئٹہ پاکستان کے جنوب مغرب میں واقع صوبہ بلوچستان کا دارالحکومت ہے۔ یہ بیر، آڑو، انار، خوبانی، سیب، خربوزے، چیری، پستے اور بادام کے باغات کے لیے مشہور ہے۔ کوئٹہ، کوئلہ، تانبا، اور دیگر معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ کوئٹہ تعلیم، کاروبار اور تجارت کا مرکز بھی ہے اور اپنی دستکاری کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔

کوئٹہ

گلگت بلتستان

گلگت بلتستان، ایک ایسا خطہ ہے جو پاکستان کے شمالی پہاڑوں میں واقع ہے۔ یہ ایک مشہور سیاحتی مقام ہے، اور یہاں کئی گلیشیئرز ہیں، جن میں بالتورو گلیشیئر، سیاچن اور باتورا گلیشیئر شامل ہیں۔ گلگت بلتستان پانی سے بجلی بنانے کیلئے ایک اہم ذریعہ ہے۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری CPEC کے تحت، جو بیلٹ اینڈ

روڈ انیشیٹو (BRI) کا ایک بڑا اقتصادی منصوبہ ہے، اس کا مقصد ہے کہ گلگت بلتستان میں سماجی، اقتصادی اور سیاسی فوائد کو بڑھایا جاسکے۔ توقع ہے کہ گلگت میں خصوصی اقتصادی زونز کے قیام اور سیاحت کی صنعت کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ تجارت اور ای کامرس کی رسائی کو وسعت دے کر گلگت میں ۵۰ لاکھ سے زائد ملازمتیں پیدا کی جاسکتی ہیں۔ CPEC کے زیر اثر بنائی گئی پن بجلی، تکنیکی مہارت اور انسانی وسائل کی ترقی نے خطے کی سماجی و اقتصادی ماہیت کو تبدیل کردیا ہے۔

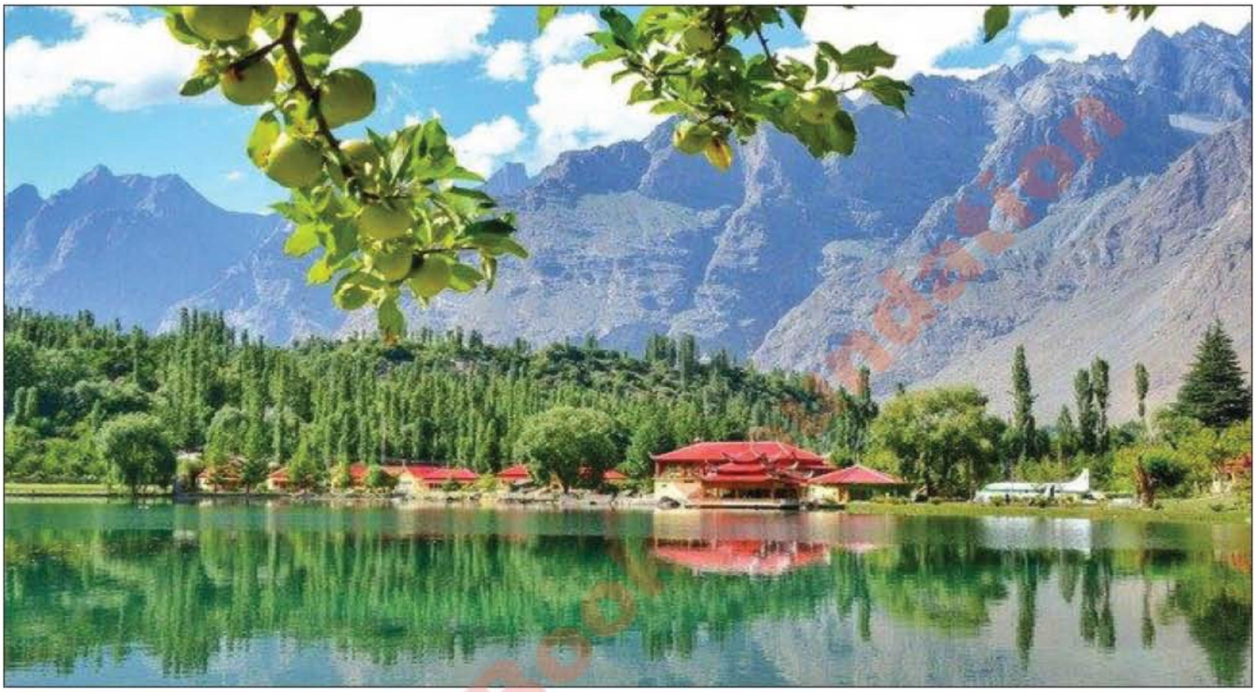

سکردو کا ایک دلکش منظر

راولپنڈی

راولپنڈی کا ایک مصروف بازار

راولپنڈی پاکستان کے صوبہ پنجاب میں واقع ہے، جس کا ایک بڑا علاقہ فوجی چھاؤنی کے طور پر اپنی خدمات فراہم کر رہا ہے۔ راولپنڈی تجارتی سامان کی نقل و حمل کا ایک اہم مرکز ہے، جہاں کی سڑکیں، ریلوے لائنیں، اور ہوائی اڈے اسے ملک کے دیگر حصوں سے جوڑتے ہیں، جس کی وجہ سے کاروباری اشیاء کی درآمدت اور برآمدات میں آسانی ہوتی ہے۔ راولپنڈی میں کئی اہم تجارتی اور ہول سیل مارکیٹ ہیں جو کہ تاجروں، تھوک فروشوں، صنعت کاروں، اور تعمیراتی پیشہ ور افراد کو بڑی تعداد میں سامان فروخت کرتی ہیں۔

ہم نے کیا سیکھا

- پاکستان اہم تجارتی شاہراہوں پر واقع ہے، جو جنوبی ایشیاء، وسطی ایشیاء اور مشرق وسطیٰ کو آپس میں ملاتی ہیں۔ یہ تجارت اور اس کیلئے حکمت عملی کے لحاظ سے ایک اہم جگہ ہے۔
- بحیرہ عرب سمندری تجارت کا ذریعہ ہے۔
- پاکستان زمین بند (لینڈ لاکڈ) ممالک کیلئے تجارتی راستہ فراہم کرتا ہے۔
- سی پیک چین کا منصوبہ ہے جو پاکستان کی اقتصادی ترقی کے لیے فائدہ مند ہے۔
- لاہور کراچی کے بعد پاکستان کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ جو پاکستان کا صنعتی مرکز ہے۔
- فیصل آباد عالمی معیار کی ٹیکسٹائل کی اشیاء کی پیداوار کے لیے جانا جاتا ہے۔
- پاکستان اور بھارت کے تعلقات انتہائی پیچیدہ ہیں۔
- ۲۹ اگست ۲۰۰۹ کو پاکستان کی وفاقی کابینہ نے گلگت بلتستان کو داخلی اور سیاسی خود مختاری دی۔

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ پاکستان کا کل رقبہ کتنا ہے؟

الف۔ ۷۹۶،۰۹۶ مربع کلومیٹر　　ب۔ ۷۱۶،۷۹۶ مربع کلومیٹر

ج۔ ۶۹۶،۲۹۶ مربع کلومیٹر　　د۔ ۹۹۶،۵۹۶ مربع کلومیٹر

۲۔ اسلام آباد کہاں واقع ہے؟

الف۔ قراقرم　　ب۔ پنجاب　　ج۔ خطہ پوٹھوہار　　د۔ قراقرم کے دامن میں

۳۔ مسجد مہابت خان کہاں واقع ہے؟

الف۔ کراچی　　ب۔ فیصل آباد　　ج۔ پشاور　　د۔ راولپنڈی

۴۔ پاکستان کا کون سا شہر "پاکستان کا مانچسٹر" کہلاتا ہے؟

الف۔ سوات　　ب۔ لاہور　　ج۔ حیدرآباد　　د۔ فیصل آباد

۵۔ ڈیورنڈ لائن کہاں واقع ہے؟

الف۔ ایران اور پاکستان کے درمیان　　ب۔ افغانستان اور انڈیا کے درمیان

National Book Foundation

ج۔ چین اور پاکستان کے درمیان　　　　د۔ افغانستان اور پاکستان کے درمیان

۶۔ چین اور پاکستان کے درمیان حالیہ اقتصادی منصوبے کو کیا کہتے ہیں؟

الف۔ کوارڈ　　ب۔ برکس　　ج۔ سارک　　د۔ سی پی ای سی

۷۔ ملتان کی وجہ شہرت کیا ہے؟

الف۔ اونچی عمارات　　ب۔ باغات　　ج۔ یادگاریں　　د۔ صوفیائے کرام

۸۔ میٹروپولس کا مطلب کیا ہے؟

الف۔ جنگلات　　ب۔ ہوائی اڈہ　　ج۔ مرکز　　د۔ شہر

۹۔ واخان راہداری پاکستان کو کس سے ملاتی ہے؟

الف۔ روس　　ب۔ چین　　ج۔ وسطی ایشیائی ریاستیں۔　　د۔ بھارت

۱۰۔ پاکستان کی سرحد بھارت سے ملتی ہے۔

الف۔ شمال مغرب　　ب۔ مغرب　　ج۔ مشرق　　د۔ جنوب مغرب

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ پاکستان کا جغرافیائی محل وقوع بیان کریں۔

۲۔ اسلام آباد کی وہ کون سی خصوصیات ہیں جو اسے پاکستان کے دیگر شہروں سے ممتاز کرتی ہیں؟

۳۔ زمین بند ممالک سے کیا مراد ہے؟ چند مثالیں پیش کریں۔

۴۔ بحریہ عرب کے محل وقوع کی وضاحت کریں۔

۵۔ بحریہ عرب میں پائے جانے والے قدرتی وسائل کون سے ہیں؟

۶۔ جناح ٹرمینل کراچی کی بین الاقوامی ہوائی اڈے کے طور پر اہمیت بیان کریں۔

۷۔ فیصل آباد کس چیز کیلئے مشہور ہے؟

سوال نمبر ۳: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ افغانستان، وسطی ایشیا، مشرق وسطیٰ اور مشرقی ایشیاء کے حوالے سے پاکستان کے محل وقوع کی تزویراتی اہمیت بیان کریں؟

۲۔ معاشی اعتبار سے پاکستان کے درج ذیل شہروں کی اہمیت کو بیان کریں؟

- لاہور
- کراچی
- راولپنڈی

۳۔ پاکستان کیلئے گلگت بلتستان کی اہمیت کی وجوہات بیان کریں؟

۴۔ جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے پاکستان اور چین اپنے تعلقات کو کیسے مضبوط کرتے ہیں؟

۵۔ وہ کون سے عوامل ہیں جس کی وجہ سے لاہور پاکستان کا ایک اہم شہر ہے؟

National Book Foundation

موازنہ

پاکستان کے استراتیجی محل وقوع کے فوائد زیادہ ہیں یا نقصانات؟ بحث کریں۔

اضافی سرگرمی

پروجیکٹ کلاس کو چھوٹے گروپوں میں تقسیم کریں۔ ہر گروپ کو پاکستان کا ایک شہر تفویض کیا جائے گا۔ ہر گروپ شہر کی تحقیق کرے گا اور اس کی تاریخ، جغرافیہ، معیشت، ثقافت اور سیاحت کے بارے میں معلومات اکٹھا کرے گا۔ اس کے بعد وہ ایک پریزنٹیشن یا انفوگرافک بنائیں گے جس میں ان کی جمع کردہ معلومات کا خلاصہ ہو گا۔

وقت کے ساتھ مطابقت

پاکستان کے شہروں میں وقت کے ساتھ ساتھ کون سی اہم تبدیلیاں آئی ہیں؟ آپ اپنی پسند کے شہر کے بارے میں بات کر سکتے ہیں۔

لغت

میٹروپولیس: شہری مرکز، شہر

آبادی والا: گنجان آباد، زیادہ بھیڑ

نقل و حمل کا مرکز: ایک ایسی جگہ جہاں مسافروں اور سامان کا تبادلہ گاڑیوں اور / یا نقل و حمل کے طریقوں کے درمیان ہوتا ہے۔

خودمختاری: اپنی حکومت

اس باب سے مشکل الفاظ کی فہرست نکالیں اور ان کے معنی لکھیں۔	

National Book Foundation

سبق

04

حصّہ دوم

جغرافیہ پاکستان

پاکستان کا قدرتی جغرافیہ اور نباتات

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پاکستان کے اہم پہاڑی سلسلوں، سطح مرتفع، دریاؤں اور میدانی علاقوں کی طبعی نقشے پر نشاندہی کر سکیں، اور ملک کے طبعی اور انسانی پہلوؤں کے اعتبار سے ان کی جغرافیائی اہمیت کو واضح کریں۔
- مناسب جغرافیائی الفاظ اور اصطلاحات کا استعمال کرتے ہوئے، پاکستان کی قدرتی جغرافیہ کا تجزیہ کریں، جس میں پہاڑوں، سطح مرتفع، دریاؤں اور میدانوں جیسی خصوصیات کی مقامی تقسیم شامل ہو۔
- مماثلت اور فرق کا تجزیہ کرنے کے لیے جغرافیائی نمائندگیوں اور جغرافیائی ٹکنالوجیوں کا استعمال کرتے ہوئے موسم کے نمونوں، معیشت، قدرتی پودوں، نکاسی آب کے نظام، طرزِ زندگی، اور پاکستان کی مختلف زمینی ساختوں میں رہنے والے لوگوں کی ثقافتوں کی تحقیق کریں۔
- تفریحی، تجارتی اور معاشی ترقی کے مواقع پر غور کرتے ہوئے، مستقبل کی ترقی اور پائیداری کے لیے پاکستان کی قدرتی ٹوپوگرافی (تفصیلی جغرافیائی مطالعہ) کی صلاحیت کا جائزہ لینے کے لیے متعلقہ شواہد کے ساتھ دلائل پیش کریں۔

National Book Foundation

پاکستان کے علاقے

جغرافیہ، زمین کی سطح کا مطالعہ اور زمین کی قدرتی اور فرضی (غیر حقیقی) خصوصیات کی نقشہ نگاری ہے۔ جغرافیہ کا مطالعہ زمین کی سطحی خصوصیات اور بدلتے وقت کو سمجھنے کے لئے بنیادی اکائی ہے۔ اس باب میں ہم پاکستان کی قدرتی جغرافیائی خصوصیات کا تجزیہ کریں گے۔ پاکستان کے قدرتی جغرافیہ کو چھ (۶) حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱. شمالی پہاڑ اور شمال مغربی پہاڑی سلسلہ
۲. مغربی پہاڑی سلسلہ
۳. سطح مرتفع بلوچستان
۴. سطح مرتفع پوٹھوہار اور سالٹ رینج
۵. سندھ کا میدانی علاقہ
۶. صحرائی علاقے

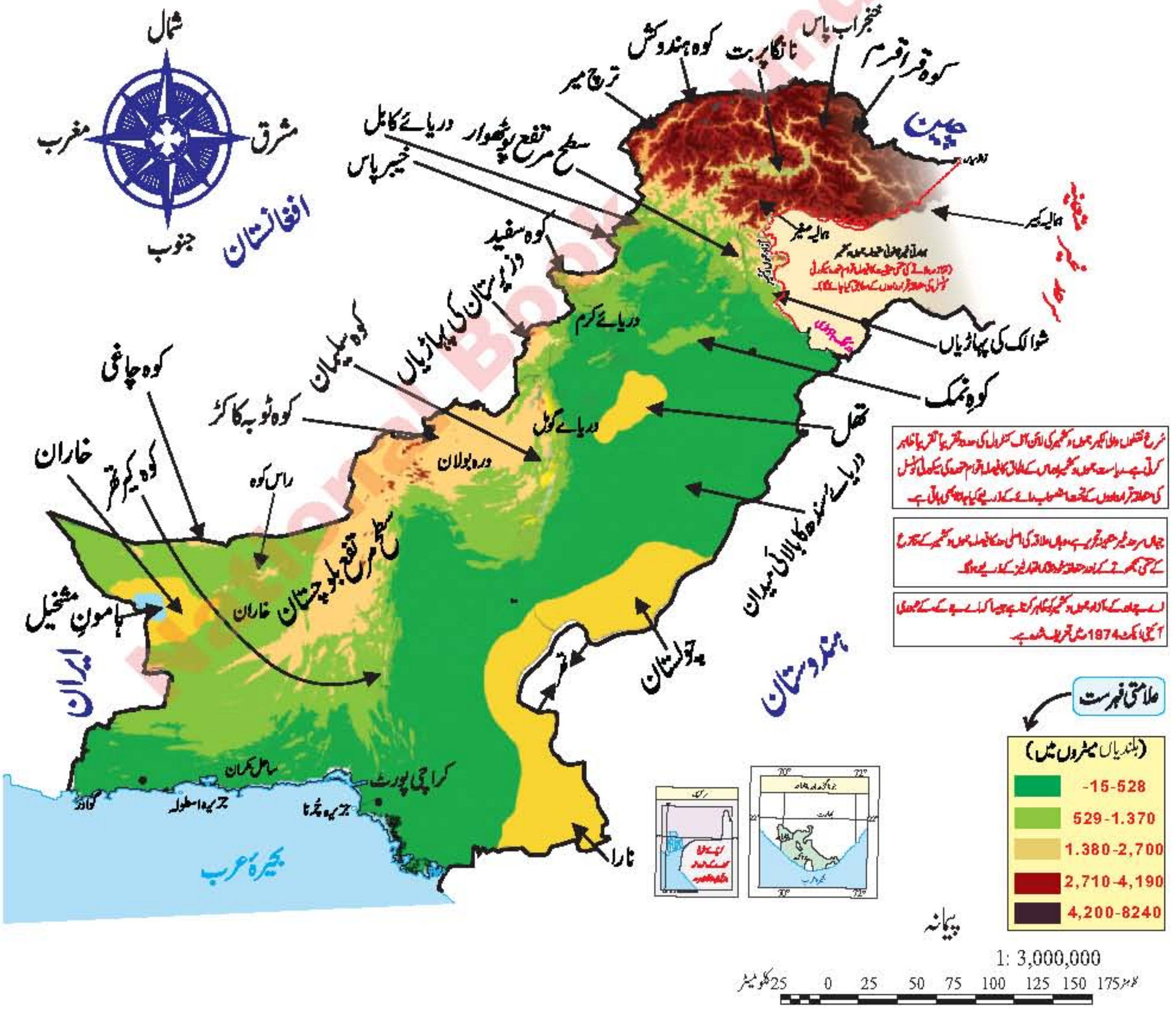

National Book Foundation

1۔ شمالی اور شمال مغربی پہاڑی سلسلہ:

اس خطے میں مندرجہ ذیل تین پہاڑی سلسلے شامل ہیں۔

i. کوہِ ہمالیہ (اونچائی تقریباً ۴۰۰۰ میٹر):

ہمالیہ مشرق سے مغرب تک ۲۵۰۰ کلو میٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں شوالک، ہمالیہ صغیر اور ہمالیہ کبیر کا پہاڑی سلسلہ واقع ہے۔ شوالک پہاڑیوں کی اونچائی ۶۰۰-۱۲۰۰ میٹر کے درمیان ہے۔ جبکہ ہمالیہ صغیر کی چوٹیوں کی بلندی ۱۸۰۰-۴۵۰۰ میٹر کے درمیان ہیں۔ ہمالیہ میں مری، گلیات، گھوڑا گلی، نتھیا گلی جیسے خوبصورت سیاحتی مقامات ہیں۔ ہمالیہ کبیر پیر پنجال اور قراقرم کے درمیان ہے۔ ہمالیہ کبیر کے زیادہ تر حصے کشمیر میں واقع ہیں جہاں کی سب سے بلند ترین چوٹی نانگا پربت ہے، جو تقریباً ۸۱۲۶ میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ قدرتی جغرافیہ کی خصوصیت میں برف کی چوٹی والے پہاڑ، وسیع گلیشیر کے ساتھ بڑی تعداد میں قدرتی پودے شامل ہیں، جن میں سدا بہار مخروطی جنگلات، پت جھڑ کے جنگلات اور الپائن گھاس کے میدان شامل ہیں۔ درختوں کی لکیر کے اوپر نباتات، پودوں، گھاس، جھاڑیوں اور جنگلی پھولوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔

بہت کم آبادی والا ہمالیہ

ii. کوہِ ہندوکش (قدرتی اونچائی تقریباً ۵۰۰۰ میٹر):

کوہ ہندوکش کا سلسلہ وسطی اور مشرقی افغانستان سے شمال مغربی پاکستان اور جنوب مشرقی تاجکستان تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ ہندوکش ہمالیائی خطے (ایچ کے ایچ) کا مغربی حصہ ہے، اور اسے بڑے ہمالیہ پہاڑی نظام کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ ان پہاڑوں کا زمینی منظر ناہموار ہے۔ جس کی وجہ ڈھلوانوں والی تنگ وادیاں ہیں مثلاً ترچ میر، جس کی بلندی ۷۶۹۰ میٹر ہے۔ سرد آب و ہوا کی وجہ سے موسم ٹھنڈا ہوتا ہے اور قدرتی نباتات الپائن کے جنگلات کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔

کوہ ہندوکش

برف کی لکیر جو ۴۰۰۰ میٹر سے شروع ہوتی ہے، وہاں پودے نہیں اُگتے۔ اس بلندی پر پہاڑ سال بھر برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ہندوکش کے گلیشیر جن میں بتورا اور چیانتر شامل ہیں، خطّے کے لیے پانی کا ایک اہم ذریعہ ہیں، اور یہ متعدد اہم اقتصادی سرگرمیوں جیسے کہ زراعت اور پن بجلی کی پیداوار میں بھی معاون ہیں۔ کوہ ہندوکش استراتیجی لحاظ سے کئی اہم گزرگاہوں پر مشتمل ہے، جن میں درّہ شندور، درّہ شانگلا، اور درّہ لورائی شامل ہیں۔ یہ درّے اہم آبادی کے مراکز اور وادیوں جیسے گلگت، چترال، سوات اور پشاور کو آپس میں جوڑتے ہیں۔

قراقرم:(اوسط اونچائی 6000 میٹر)

قراقرم کے پہاڑی سلسلے پتھریلے پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جو مشرق سے مغرب تک عموماً برف سے ڈھکا ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ وادئ ہنزہ سے لیکر دریائے شیوک تک ۴۰۰ کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے اس سلسلے کا مغربی حصہ پاکستان میں ہے۔ قراقرم پہاڑی سلسلے کی خصوصیت تنگ اور گہری وادیاں ہیں۔ جیسے ہنزا، شیوک، اور بالٹورو۔ اونچی گھاٹیاں، جیسے نانگا پربت اور انڈس گورجز، اور وسیع گلیشیئر، جیسے بالٹورو، سیاچن، اور بیافو گلیشیئر۔ دنیا کی دوسری بلند ترین پہاڑی چوٹی کے-ٹو(K 2) بھی قراقرم میں واقع ہے۔ کم اونچائی پر بادل عام طور پر بارش کی صورت میں برستے ہیں۔ زیادہ اونچائی پر بادل عموماً برف کی شکل میں برستے ہیں۔ نچلی بلندیوں پر قدرتی نباتات عام طور پر خشک اور میدان جیسے ہوتے ہیں، جن میں گھاس، جھاڑیاں، اور درخت جیسے سفیدہ، صنوبر اور بید ہوتے ہیں۔ اونچائی پر زیادہ تر نباتات پہاڑی ہوتے ہیں، جن میں گھاس کے میدان، کائی اور خودرو پودے شامل ہیں۔

قراقرم کے پہاڑ

قراقرم پہاڑی سلسلے میں مشکل آب و ہوا اور ارضی منظر کی وجہ سے آبادی کی کثافت کم ہے۔ زیادہ تر آبادی شمالی برصغیر پاک و ہند کے جموّں کشمیر کے علاقے، گلگت اور اسکردو یعنی گلگت بلتستان کے تین قصبوں میں مرکوز ہے۔ زیادہ تر لوگ جوان اونچائی والے علاقوں میں رہتے ہیں وہ روزی روٹی کے لیے کاشتکاری کرتے ہیں اور چرواہے ہیں۔ وہ فصلیں اُگاتے ہیں اور اپنی ضروریات کے لیے مویشی پالتے ہیں یا دوسری برادریوں کے ساتھ سامان کی تجارت کرتے ہیں۔

دریائے شیوک

شمالی پہاڑی سلسلے کی اہمیت

i. شمالی پہاڑ، علاقے کے لیے پانی کا ایک بڑا ذریعہ ہیں، جو پینے کا صاف پانی ، آبپاشی کا پانی ، اور پن بجلی مہیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ دریائے سندھ، جو کہ ان ہی شمالی پہاڑوں سے نکلتا ہے پاکستان کے لاکھوں لوگوں کو پانی فراہم کرتا ہے۔

ii. یہ شمالی پہاڑی خطے دنیا کی آب و ہوا کو منظم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، شمالی پہاڑوں کے گلیشیر زمین کو ٹھنڈا رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

iii. شمالی پہاڑ مختلف قسم کے منفرد اور خطرناک جنگلی حیات کی انواع کا گھر ہیں، جیسے کہ برفانی چیتے اور تبتی ہرن۔

iv. یہ شمالی پہاڑی چوٹیاں پاکستان کو سائبیریا اور وسطی ایشیاء کی سرد ہواؤں سے تحفظ فراہم کرتی ہیں۔

v. شمالی پہاڑ مقامی لوگوں کے لیے مختلف قسم کے اقتصادی مواقع پیش کرتے ہیں، جیسے کہ سیاحت، زراعت، اور جنگلات۔ مثال کے طور پر، پاکستان کے شمالی پہاڑ کوہ پیماؤں اور ٹریکرز کے لیے ایک مقبول سیاحتی مقام ہیں۔

vi. شمالی پہاڑ کئی اہم صنعتوں، جیسے کیمیائی صنعت، دواسازی کی صنعت، کاغذ بنانے کا خام مال اور فرنیچر بنانے کی صنعتوں کا خام مال فراہم کرتے ہیں۔

چند اہم حقائق

شمالی علاقہ جات میں زلزلے

شمالی پاکستان، بشمول کشمیر، یوریشین اور انڈین ٹیکٹونک پلیٹوں کے ٹکراؤ کے مقام پر واقع ہے۔ جس کی وجہ سے یہ مسلسل زلزلوں کا شکار ہے۔ ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو اس خطے میں 7.6 شدت کا زلزلہ آیا، جس نے بڑے پیمانے پر تباہی مچائی، خاص طور پر بالاکوٹ، کشمیر میں، جو تقریباً مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔ زلزلے کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا، بستیوں اور بنیادی ڈھانچے کو شدید نقصان پہنچا، اور میدانی علاقوں میں بڑے پیمانے پر نقل مکانی واقع ہوئی۔ ثانوی اثرات میں پانی کی قلت اور بیماریوں کا پھیلاؤ شامل تھا۔ پاکستانی حکومت نے ہنگامی امداد، انخلاء کے اقدامات، اور بحالی کے مراکز فراہم کیے۔

National Book Foundation

2۔ مغربی پہاڑ

مغربی پہاڑ ایک دوسرے کے متوازی چلنے والے کم اونچائی والے پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے۔ مغربی پہاڑوں کی تفصیل جدول میں دی گئی ہے:

پہاڑی سلسلے کا نام	مقام	سطح سمندر سے اونچائی	سطح سمندر سے اونچائی	اہمیت
کوہ سفید	دریائے کابل کا جنوب	سطح سمندر سے اونچائی 4712 سے 4755 میٹر کے درمیان	– برف سے ڈھکی چوٹیاں – چونے کے پتھر کی پہاڑیاں – کوہ سیکارم کی سب سے زیادہ بلندی۔ – دیودار کی نباتات – کوہاٹ اور پشاور بطور شہری مراکز	– افغانستان اور کے پی کے کے درمیان درّہ کرم ایک قدرتی سرحد بناتا ہے۔
وزیرستان کی پہاڑیاں	دریائے کرم اور دریائے گومل کے درمیان واقع	3513 میٹر	– وافر مقدار میں معدنی ذخائر جیسے چکنی مٹی۔ – کم بارش کی وجہ سے نباتات کی کمی – کرم ڈیم آبپاشی کے لیے پانی مہیا کرتا ہے۔	– ٹوچی پاس بنوں اور غزنی کو جوڑتا ہے۔
کوہ سلیمان	جنوبی پنجاب میں دریائے سندھ کا مغرب	3383 میٹر	– چونے کے پتھر – پرت دار سلیٹی پتھر (شیل) اور ریت کے پتھر کے ذخائر – سب سے اونچی چوٹی تخت سلیمان ہے۔	– پنجاب میں بلوچستان سطح مرتفع اور دریائے سندھ کے درمیان سرحد بناتا ہے۔ – بولان پاس کچی سبی کے میدان کو کوئٹہ سے ملاتا ہے۔
کیر تھر کی پہاڑیاں	سندھ میں دریائے سندھ کا مغرب	2174 میٹر	– کیر تھر پہاڑیوں کا پانی – جھاڑیوں کے انواع واقسام – دریائے حب اور لیاری، کیر تھر سے بہتے ہیں۔	– سندھ کے میدانی اور بلوچستان کی سطح مرتفع کے درمیان سرحد

National Book Foundation

اساتذہ کے لئے نوٹ: طالب علموں کو شمالی پہاڑوں سے متعلق ایک حقائق کی رپورٹ تیار کرنے کے لئے کہیں۔ طلباء یہ معلومات آن لائن، کتابوں سے، یا ماہرین کا انٹرویو کرکے حاصل کرسکتے ہیں۔

مغربی پہاڑوں میں اقتصادی سرگرمیاں اور طرزِ زندگی

مغربی پہاڑی سلسلوں کی زمین ناہموار ہے اور بڑی حد تک قدرتی پودوں سے خالی ہے۔ زیادہ تر آبادی چھوٹے قصبوں اور دیہی علاقوں میں گزر بسر اور خانہ بدوش طرزِ زندگی گزارتی ہے۔ آبادی کی کثافت ۱۰۰ افراد فی کلومیٹر مربع سے کم ہے۔ ناہموار علاقے کی وجہ سے مغربی پہاڑوں کی اکثریت میں نہری آبپاشی قابل عمل نہیں ہے۔ یہاں بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کا فقدان ہے، بشمول مسافر بردار ٹرینیں، تارکول کی بنی سڑکیں اور ہوائی روابط شامل ہیں۔ مثال کے طور پر، پشاور اور کوہاٹ جیسے بڑے شہری مراکز کی سڑکوں اور ریلوے کے ذریعے قابل رسائی ہیں اور ملک سے منسلک ہیں۔ اگرچہ یہاں معدنی وسائل وافر مقدار میں موجود ہیں لیکن کٹھن زمینی ساخت کی وجہ سے انہیں نکالا نہیں جاسکا۔

سوچ کو وسعت دیں۔

اخبار کا تراشہ پڑھیں اور نیچے دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

پہاڑوں میں فوڈ سیکیورٹی، 9 دسمبر 2009 کو ڈان اخبار میں شائع کردہ نشرپارہ۔

پہاڑوں میں خوراک کا مسئلہ سنگین تر ہوتا جارہا ہے۔ سخت آب و ہوا اور مشکل زمینی راستے، سیاسی و سماجی پسماندگی کے ساتھ مل کر پہاڑی لوگوں کو خوراک کی کمی کا شکار بنا دیتی ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں مقامی کھانوں اور روایتی زرعی طریقوں کے بارے میں مقامی علم ختم ہو رہا ہے اور زرعی تنوع کے ساتھ ساتھ پیداواری صلاحیت بھی کم ہو رہی ہے، جس سے پہاڑی لوگوں کی کمزوری میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (ایف اے او) کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں کھانے پینے کی اشیاء کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں اور دور دراز کے پہاڑی علاقوں میں نقل و حمل کے اخراجات میں اضافے کا مطلب ہے کہ پہاڑی لوگ اپنی خوراک کے لیے زیادہ قیمت ادا کریں۔

پہاڑوں میں فوڈ سیکیورٹی، 9 دسمبر 2009 کو ڈان اخبار میں شائع کردہ نشرپارہ۔

1۔ پہاڑوں میں سخت آب و ہوا اور کٹھن علاقے وہاں کے رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟

2۔ مقامی کھانوں اور روایتی زرعی طریقوں کے بارے میں مقامی معلومات کی کمی پہاڑی لوگوں کی زندگیوں کو کیسے متاثر کر رہی ہے؟

3۔ پہاڑی برادریوں کو بھوک کے مسئلے سے نمٹنے میں مدد کے لیے کچھ حل تجویز کریں؟

3۔ سطح مرتفع بلوچستان

سطح مرتفع بلوچستان، پاکستان کے جنوب مغربی نصف حصے کی تشکیل کرتا ہے۔ اس کی سرحد شمال میں ہندوکش پہاڑوں، جنوب میں بحیرۂ عرب اور مغرب میں ایرانی سرحد سے ملتی ہے۔ سطح مرتفع کی خاصیت اس کی اونچائی کی حدود (۶۰۰-۳۰۰۰ میٹر) ہے، جس کا کُل رقبہ 347,190 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ بلوچستان میں خشک آب و ہوا ہے، جس میں اوسطاً 250 ملی میٹر (10 انچ) سے کم سالانہ بارش ہوتی ہے۔

بلوچستان کے سطح مرتفع کی الگ الگ ٹپوگرافی کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے:

National Book Foundation

i. شمالی بلوچستان کے طاس (بیسن)

ٹوباکاکڑ اور کوہِ سلیمان کے سلسلوں کے درمیان، متعدد نشیبی علاقے پائے جاتے ہیں۔ جن کی نشاندہی ژوب اور لورالائی طاس کے طور پر کی جاتی ہے۔ وادی کوئٹہ لورالائی کے طاس کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔

ii. مغربی بلوچستان کے طاس (بیسن)

مغربی طاس کئی پہاڑی سلسلوں جیسے چاغی کی پہاڑیوں، سیاہن اور وسطی مکران کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ بلوچستان میں اندرون زمین نکاسی آب ہے۔ طاسوں میں جمع شدہ بارش کا پانی دریاؤں اور ندیوں میں گرتا ہے جو یا تو زمین میں جذب ہو جاتا ہے۔ یا عارضی جھیلیں بناتا ہے جنہیں ہامون کہتے ہیں، اور ان میں نمک کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ سب سے بڑا ہامون خاران کے صحرا میں پایا جاتا ہے۔

iii. پہاڑی سلسلے

بلوچستان کے سطح مرتفع میں پائے جانے والے پہاڑی سلسلے بنجر ہیں اور کاشت کاری کے لئے ناموافق ہیں۔ تاہم، ان سلسلوں میں کوئلے، سونے، تانبے اور گندھک کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ ان حدود میں شامل ہیں:

- وسطی براہوئی سلسلہ
- ٹوبہ کاکڑ سلسلہ
- حالا سلسلہ
- مکران کا ساحلی سلسلہ
- سیاہان سلسلہ
- راس کوہ سلسلہ

iv. ساحلی علاقے

بلوچستان کے سطح مرتفع کے ساحلی علاقوں کو مشرقی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں لسبیلہ کا میدان اور مکران کے ساحل پر مشتمل مغربی حدود شامل ہیں اور اس کا ساحلی میدان سمندر میں زمین کے انضمام سے بنتا ہے۔ کچھ اہم ساحلی دریا ہیں جیسے حب، ہنگول، پورالی اور دشت جو بحیرۂ عرب میں گرتے ہیں۔

قدرتی اور اقتصادی وسائل

بلوچستان کی سطح مرتفع قدرتی وسائل سے مالامال ہے جو درج ذیل ہیں:

Ÿ آبی وسائل

بلوچستان میں آبی وسائل محدود اور غیر مساوی طور پر تقسیم ہیں۔ پانی کا کوئی بڑا ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو سال بھر مسلسل پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پانی کے اہم ذرائع سطحی پانی، زیرزمین پانی کے آبی ذخائر اور چشموں کی شکل میں ہیں۔ کاریزوں کا نظام آبپاشی میں مدد کرتا ہے۔ تاہم، زیادہ پانی نکالنے کی وجہ سے زیرزمین پانی کم ہو رہا ہے۔

طلباء کو مطلع کریں کہ طاس (بیسن) زمین کا ایک بڑا، نشیبی علاقہ (ڈونگا نما علاقہ) ہوتا ہے جو پیالے کی شکل میں اونچی زمین سے گھرا ہوتا ہے۔ بلوچستان کے طاس وقت کے ساتھ آس پاس کے پہاڑوں اور پہاڑیوں کے کٹاؤ سے تشکیل پاتے ہیں۔ ان کا سمندر تک جانے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

National Book Foundation

Ÿ معدنیات

بلوچستان معدنی دولت سے مالامال ہے جو ممکنہ طور پر اہم ہے لیکن پھر بھی یہ بلوچستان کی معیشت میں ایک کم ترقی یافتہ شعبہ ہے۔ صوبائی معدنیات شماری کی رپورٹ 2017ء کے مطابق، صوبے میں موجود پچاس ریکارڈ شدہ معدنی وسائل میں سے انتیس کو نکالنے سے سالانہ آمدنی تقریباً ۳۔ 4 ارب روپے ہوتی ہے۔ سب سے اہم معدنیات گیس، کوئلہ، تانبہ، سرمہ اور سونا ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بلوچستان: ایک تجارتی راہداری

گوادر بندرگاہ بین العلاقائی نقل و حمل اور تجارت کا مرکز بن سکتی ہے کیونکہ یہ زمین بند افغانستان اور وسطی ایشیاء کے لیے بحیرۂ عرب تک رسائی فراہم کرتی ہے۔ گوادر کو وسطی ایشیائی خطوں کے ساتھ مستقبل کی تجارتی راہداری کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ گوادر بندرگاہ سے سامان زمینی راستوں کے ذریعے افغانستان، تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان اور وسطی ایشیاء تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اس کو ممکن بنانے کے لیے گوادر کو افغانستان اور ایران سے ملانے کے لیے سڑکوں اور ریلوے کا جال بچھایا جارہا ہے۔ افغانستان اور ایران کی سرحدوں پر راہداریاں کھولنے کے منصوبے پر بھی عمل درآمد جاری ہے۔ اسی طرح کی پیشرفت کے ساتھ، بلوچستان افغانستان اور ایران کے پڑوسی ممالک کے لیے گزرگاہ اور وسطی ایشیاء میں تجارتی راہداری کے طور پر کام کرسکتا ہے۔

Ÿ زراعت

الف۔ پھل اور سبزیوں کی پیداوار

بلوچستان میں فصل کے دو موسم ہوتے ہیں: خریف (موسم گرما) اور ربیع (موسم سرما) کو کہا جاتا ہے۔ خریف کی فصلوں میں چاول، جوار، مکئی، پیاز، آلو، خربوزہ، مرچیں، تمباکو اور گنّا شامل ہیں۔ خریف کی سبزیوں میں بھنڈی، ٹنڈا، بینگن، کریلا، کدّو، خریف کے ٹماٹر اور کھیرا شامل ہیں۔ ربیع کی فصلوں میں گندم، جو، تلّی اور سرسوں کے بیج، زیرہ، چنا اور سورج مکھی شامل ہیں۔ ربیع کی سبزیوں میں گوبھی، گاجر، بند گوبھی، مٹر، مولی، شلجم، پالک، چقندر کی جڑ اور ربیع ٹماٹر شامل ہیں۔ اہم پھلوں میں بادام، سیب، خوبانی، انگور، آڑو، بیر، انار، چیری، کھجور، کیلے، آم، چیکو، پپیتا اور ناریل شامل ہیں۔

ب۔ ماہی گیری

بلوچستان کا ماہی گیری کا شعبہ نمایاں طور پر ترقی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن اسے مزید معاون بنیادی ڈھانچے اور خدمات کی ضرورت ہے۔ اہم مچھلیاں تونا، سارڈین، سرمئی وغیرہ ہیں۔ اس کی ساحلی پٹی پاکستان کی کل ساحلی پٹی کا ٪۷۰ ہے، لیکن یہ ملک کی لینڈ کیچ (مچھلی کو ساحل تک لانے کا عمل) کا صرف ٪۳۰ ہے۔ یہ صورتحال گوادر، اورماڑا اور پسنی کی بندرگاہوں پر معاون بنیادی ڈھانچے اور خدمات کی کمی کے ساتھ ساتھ، جدید پروسیسنگ کی سہولیات کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ساحلی شاہراہ اور گوادر بندرگاہ کی ترقی کو مربوط کرنے سے ماہی گیری کے شعبے اور مقامی معیشت کی ترقی کو فروغ ملنے کی امید ہے۔

National Book Foundation

ج-مویشی

بلوچستان مویشیوں کے وسائل سے مالامال ہے، تقریباً 70 فیصد آبادی بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر مویشی پالنے کی سرگرمیوں سے وابستہ ہے۔ مویشی، اونٹ اور مرغی جیسے جانور روایتی طور پر دودھ اور گوشت کی گھریلو ضروریات پوری کرنے کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ بلوچستان کی مویشیوں سے بنی مصنوعات میں چمڑے، قالین اور دواسازی کی صنعتیں اہمیت کی حامل ہیں۔ مویشیوں کی ترقی پر توجہ، صوبے میں غربت کے خاتمے کی حکمت عملی کے لیے اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ بنیادی ڈھانچے، خدمات اور تربیت میں سرمایہ کاری کر کے، حکومت مویشی پالنے والوں کو ان کی پیداواری صلاحیت اور آمدنی بڑھانے میں مدد کر سکتی ہے۔

گوادر پورٹ، سی پیک منصوبے کا ایک حصہ

4۔ پوٹھوہار سطح مرتفع اور کوہ نمک (سالٹ رینج)

پوٹھوہار سطح مرتفع اور کوہِ نمک اسلام آباد کے جنوب میں اور دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیان میں واقع ہے۔ مسلسل کٹاؤ کی وجہ سے اس کا ارضی منظر بدل رہا ہے۔ پوٹھوہار سطح مرتفع اور نمک کے پہاڑی سلسلوں میں جپسم، چونا پتھر، ماربل، ڈولومائٹ کوئلہ اور تیل جیسے معدنیات کے بھرپور ذخائر موجود ہیں۔ اس علاقے میں متعدد تیل اور گیس کے میدان قائم کیے گئے ہیں جیسے کہ اٹک آئل ریفائنری۔ کاشتکاری کا انحصار قدرتی بارش پر ہوتا ہے اسی وجہ سے اس علاقے کو بارانی (rainfed) کہا جاتا ہے قدرتی نباتات خشک معتدل جنگل پر مشتمل ہے، جس میں پت جھڑ اور سدا بہار درخت اور جھاڑیاں شامل ہیں۔

National Book Foundation

پوٹھوہار کا قدرتی جغرافیہ اور نکاسی کی خصوصیات

پوٹھوہار سطح مرتفع اپنی کٹی ہوئی اور ناقص زمین کی وجہ سے ایک خراب زمین کا جغرافیہ (ٹوپوگرافی) پیش کرتا ہے۔ دریائے سوآن آبی میدانوں کی تشکیل کرتا ہے، جو زرعی طور پر پیداواری ہیں۔

i. ناہموار اور پسماندہ پہاڑیاں

ایسی پہاڑیاں بہتے پانی اور تیز چلنے والی ہواؤں کے ذریعے نرم چٹان کے کٹاؤ سے بنتی ہیں۔ کالا چٹا اور خیری پوٹھوہار سطح مرتفع کی اہم پسماندہ اور ناہموار پہاڑیاں ہیں۔

ii. ناقص زمین

پہاڑی تعمیر کے عمل کے دوران، زمین کمزور ہوتی ہے اور دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔

iii. گرت اور گراوٹ

یہ اس وقت بنتی ہیں جب نرم چٹانیں پانی سے کٹ جاتی ہیں اور ہوا ڈھیلی مٹی کو اڑا دیتی ہے، جس کی بنا پر دباؤ اور گرت پیدا ہوتا ہے۔

iv. گھاٹیاں

گھاٹیاں صاف پانی کے کٹاؤ سے پیدا ہونے والی نہریں ہیں۔ یہ خاص طور پر برسات کے موسم میں بہتے ہوئے پانی کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

پوٹھوار سطح مرتفع کی بیڈ لینڈ ٹوپوگرافی (دریائے سوان کے کنارے پر والا قلعہ)

کوہِ نمک (سالٹ رینج)

سالٹ رینج اسلام آباد سے ۱۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ کوہِ نمک متوازی پہاڑیاں ہیں جن کی اوسط اونچائی 750 سے 900 میٹر کے درمیان ہے اور یہ کھیوڑہ کے مقام پر واقع ہے۔ یہ علاقہ معدنی ذخائر جیسے جپسم، چٹانی نمک اور چونا پتھر سے مالامال ہے۔ نمک کی پہاڑیاں ٹوٹی ہوئی اور خستہ حال زمین پر مشتمل ہوتی ہیں، جو دریاؤں کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہیں۔ یہاں مشہور کلر کہار جھیل اور ساکیسر چوٹی جو ۱۵۲۷ میٹر بلندی کے ساتھ کوہِ نمک کی سب سے اونچی چوٹی ہے۔ کوہِ نمک کے اہم اضلاع جہلم، میانوالی اور چکوال ہیں۔

5۔ سندھ کا میدان

دریائے سندھ کا میدان دریائے سندھ اور اس کی مشرقی اور مغربی معاون دریاؤں سے تشکیل پاتا ہے جیسا کہ جدول میں دکھایا گیا ہے۔

مشرقی معاون دریا	مغربی معاون دریا
1۔ دریائے جہلم	1۔ دریائے شیوک
2۔ دریائے چناب	2۔ دریائے گلگت
3۔ دریائے راوی	3۔ دریائے کابل
4۔ دریائے ستلج	4۔ دریائے کرم
5۔ دریائے بیاس (ستلج کی معاون ندی)	5۔ دریائے گومل

دریائے سندھ کے میدان کی قدرتی جغرافیائی خصوصیات

سندھ کا میدان دریائے سندھ کی آبکاری سے تشکیل پاتا ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی:

(i) دریائے سندھ کا بالائی میدان (ii) دریائے سندھ کا زیریں میدان (iii) دریائے سندھ کا ڈیلٹائی میدان

جغرافیائی خصوصیات اور ان کی اہمیت درج ذیل میں زیرِ بحث ہے:

فعال سیلابی میدان:

یہ زمین کی ایک تنگ پٹی ہے جس میں دریائے راوی کے جنوبی نصف حصے کے علاوہ تقریباً تمام دریا کے دونوں طرف بھرپور آبی ذخائر ہیں۔ فعال سیلابی علاقے میں تقریباً ہر سال باقاعدگی سے سیلاب آتا ہے۔ دریائے راوی کا فعال سیلابی میدانی علاقہ ۴۰ کلومیٹر چوڑا ہے جو اسے زرعی سرگرمیوں جیسے فصلوں کی کاشت، مچھلی کی پیداوار وغیرہ کے لیے اہم بناتا ہے۔ کٹاؤ سے بننے والے فعال سیلابی میدان میں دیگر خصوصیات جیسے گھماؤدار اور آسیب جھیلیں ہیں۔

پرانا سیلابی میدان:

پرانا سیلابی میدان ایک اونچا، ہموار علاقہ ہے جو کبھی دریا سے بھر جاتا تھا۔ یہ وہ علاقہ ہے جو فعال سیلابی میدان اور جستی چھتیں (زرخیز اونچے میدان) کے درمیان واقع ہو۔ پرانے سیلابی میدان زرعی سرگرمیوں کے لیے انتہائی مفید اور قیمتی ہیں، یہ خوراک، سیلاب پر قابو پانے، رہائش اور تفریح فراہم کرتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

دوآب: دوآب سے مراد دو دریاؤں کے درمیان واقع زمین کا ایک حصہ ہے۔

National Book Foundation

جستی چھتیں: (Alluvial Terraces)

کیا آپ جانتے ہیں؟

پیڈ مونٹ کا میدان زمین کا ایک نشیبی علاقہ ہے جو پہاڑی سلسلے کی بنیاد پر واقع ہے۔

یہ چپٹے اور اونچے میدان ہوتے ہیں جو دریاؤں یا دوآب کے درمیان مختلف بلندی پر پائے جاتے ہیں۔ جستی چھتوں میں باری دوآب، نیلی بار، رچنا دوآب میں صندل اور چاج دوآب میں کرانا بار ہیں۔ تعمیر، بستیوں اور دیگر صنعتی اور کاروباری سرگرمیوں کے لیے ہموار زمین کی دستیابی کی وجہ سے دوآب آبادی کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

پیڈ مونٹ کے میدانی علاقے:

یہ میدانی علاقے دریا کے پہاڑوں سے نکلتے ہی بنتے ہیں۔ یہ میدانی علاقے زرعی طور پر پیداواری ہیں۔ پیڈ مونٹ کے میدانی علاقے ہمالیائی پہاڑی سلسلوں کیرتھر، سلیمان اور شوالک کے دامن میں واقع ہیں۔

سمندری ڈیلٹا:

اسے سندھ کا ڈیلٹا بھی کہا جاتا ہے اور یہ ٹھٹھہ کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ ایک تکون نما شکل میں ہے اور اس میں دریائے سندھ سے نکلی ہوئی ندیاں ہیں۔

کوئسٹا (ڈھلان):

کوئسٹا یا ڈھلان زیریں سندھ کے میدانی علاقے کی اہم خصوصیات ہے۔ یہ چونے کے پتھر کی چٹانیں ہوتی ہیں، جو ایک طرف سے تھوڑی اونچی ہوتی ہیں مگر دوسری طرف سے ڈھلوان ہوتی ہے۔ جیسے روہڑی کوئسٹا اور گنجو ٹکر، حیدرآباد۔ یہ کوئسٹا بیراجوں کی تعمیر کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں، جو آبپاشی اور ماہی گیری کے مقاصد کے لیے پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

پنجاب کے سیراب میدانی علاقے

سندھ کے میدانی علاقوں میں اقتصادی سرگرمیاں

سندھ کا میدانی علاقہ کئی وجوہات کی بناء پر پاکستان کا اچھا پیداواری خطہ ہے۔ زرخیز مٹی اور ترقی یافتہ آبپاشی کے نظام کے ذریعے پانی کی وافر فراہمی اسے زرعی سرگرمیوں کے لیے مثالی بناتی ہے۔ ہموار زمین اور نکاسی آب کی دستیابی اسے آبادکاری کی ترقی کے لیے بھی مثالی بناتی ہے۔ وسیع معدنی ذخائر کی موجودگی، ہوائی، ریلوے اور سڑکوں کے نقل و حمل کے نیٹ ورک کی وجہ سے صنعت کاری کو وسعت ملتی ہے۔ اہم شہری مراکز لاہور، سیالکوٹ، فیصل آباد اور گوجرانوالہ ہیں۔

6۔ صحرائی علاقے

پاکستان میں وسیع اور گرم صحرا ہیں۔ یہ تین مقامات پر واقع ہیں۔

(الف) صحرائے تھل، دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیان واقع ہے۔ اسے سندھ ساگر دوآب بھی کہا جاتا ہے۔

(ب) پاکستان کے جنوب مشرق میں صحرائے تھر، صوبہ سندھ میں واقع ہے۔ اس کے مزید تین اہم صحرائی علاقے ہیں:

- چولستان
- نارا
- تھرپارکر

(ج) صحرائے خاران ایک ریتلا اور پہاڑی صحرا ہے جو پاکستان کے جنوب مغربی صوبہ بلوچستان میں واقع ہے۔

تیز ہواؤں کی وجہ سے ریگستانوں کا منظر بدلتا رہتا ہے۔ ریگستانی علاقوں کی سب سے اہم خصوصیات ریت کے ٹیلے، غیر منقسم زمین، پتلے میدان یا زمینی پٹی، صاف چٹانیں، پانی کی کمی کی وجہ سے خشک مٹی، شدید گرمی اور موسمی عمل کی وجہ سے چٹانوں میں دراڑیں شامل ہیں۔ گرم آب و ہوا، بارشوں کی کمی اور تیز ہوائیں صحرائی علاقوں کو رہنے کے لیے ایک مشکل جگہ بنا دیتی ہیں، کیونکہ یہ زندگی کو برقرار رکھنے والی تمام بنیادی سرگرمیوں جیسے کاشتکاری وغیرہ میں رکاوٹ ہوتی ہیں۔ صحرائی علاقوں میں قدرتی نباتات جھاڑیوں، کیکٹس، جڑی بوٹیوں اور چند گھاسوں کا مرکب ہے۔ تھر کے ایک بڑے حصے میں پانی کی دستیابی سکھر بیراج کی ذیلی نہروں کے ذریعے ممکن ہوئی، جنھوں نے یہ علاقہ کھیتی باڑی کے قابل زمین میں تبدیل کر دیا ہے۔

صحرائے تھر

National Book Foundation

پاکستان کے صحرائی علاقوں کی اقتصادی صلاحیت

صحرائی علاقے معدنی ذخائر اور خام ایندھن جیسے کوئلہ، تیل اور گیس سے مالامال ہیں۔ یہ معدنی ذخائر پاکستان کی معیشت کی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر چولستان کا صحرا لگنائٹ (ایک قسم کا کوئلہ)، جپسم اور سلیکا ریت سے مالامال ہے۔ مزید یہ کہ صحرائے تھر میں کوئلے کے ذخائر کو بجلی پیدا کرنے کے لیے استعمال، اور خام لوہے کے ذخائر کو اسٹیل بنانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

صحرائے تھر میں کوئلہ

صحرائے تھر میں کان کنی کے مقام پر کام کرنے والے ڈمپر

National Book Foundation

ہم نے کیا سیکھا

- پاکستان کی قدرتی ٹپوگرافی (قدرتی جغرافیہ) پہاڑوں، صحراؤں، میدانوں اور ساحلوں کے ساتھ متنوع ہے۔
- شمالی پہاڑی علاقے میں دنیا کے کچھ بلند ترین پہاڑ پائے جاتے ہیں، جن میں قراقرم، ہمالیہ اور کوہ ہندوکش کے پہاڑی سلسلے شامل ہیں۔
- دریائے سندھ کا میدان ایک وسیع زرعی خطہ ہے۔
- دریائے سندھ صدیوں سے آبپاشی اور پینے کے لیے پانی کا ذریعہ رہا ہے اور یہ نقل و حمل کے لیے بھی اہم راستہ ہے۔
- پاکستان میں قابلِ تجدید توانائی (renewable energy) اور سیاحت کی ترقی کی بیش بہا صلاحیت موجود ہے۔
- صحرائی علاقے خام ایندھن جیسے معدنی ذخائر سے مالا مال ہیں۔

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ مندرجہ ذیل میں سے پاکستان کی بلند ترین پہاڑی چوٹی کون سی ہے؟

الف۔ K2　　ب۔ نانگا پربت　　ج۔ ترچ میر　　د۔ کلر کہار

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا پہاڑی سلسلہ شمال مغربی پاکستان میں واقع ہے؟

الف۔ ہمالیہ　　ب۔ ہندو　　ج۔ قراقرم　　د۔ کیر تھر

۳۔ قراقرم پہاڑوں کی اوسط بلندی کتنی ہے؟

الف۔ ۴۰۰۰ میٹر　　ب۔ ۵۰۰۰ میٹر　　ج۔ ۶۰۰۰ میٹر　　د۔ ۷۰۰۰ میٹر

۴۔ پاکستان کا کتنا فیصد رقبہ پہاڑوں سے ڈھکا ہوا ہے؟

الف۔ ۲۵٪　　ب۔ ۳۳٪　　ج۔ ۵۰٪　　د۔ ۶۶٪

۵۔ مندرجہ ذیل میں سے وہ کون سی عارضی جھیل ہے جو بارش کے موسم میں بلوچستان کے سطحِ مرتفع میں بنتی ہے؟

الف۔ ڈوب طاس　　ب۔ لورالائی طاس　　ج۔ ہامون　　د۔ وادی کوئٹہ

۶۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سی پوٹھوہار سطحِ مرتفع کی خصوصیت نہیں ہے؟

الف۔ خراب زمین کا جغرافیہ　　ب۔ ناہموار اور پسماندہ پہاڑیاں　　ج۔ خراب زمین　　د۔ گھنے جنگلات

۷۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا معدنی ذخیرہ ہے جو سالٹ رینج میں پایا جاتا ہے؟

الف۔ جپسم　　ب۔ چٹانی نمک　　ج۔ چونا پتھر　　د۔ کوئلہ

National Book Foundation

۸۔ درج ذیل میں سے کون سا میدان سندھ کی خصوصیت نہیں ہے؟

الف۔ فعال سیلابی میدان　　ب۔ پرانے سیلابی میدان　　ج۔ جستی چھتیں　　د۔ گھنے جنگلات

۹۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سی کوئسٹا کی ایک قسم ہے جو سندھ کے نچلے میدان میں پائی جاتی ہے؟

الف۔ روہڑی کوئسٹا　　ب۔ گنجو ٹکر　　ج۔ دونوں　　د۔ کوئی نہیں

۱۰۔ صحرائے چولستان میں درج ذیل میں سے کون سا معدنی ذخیرہ پایا جاتا ہے؟

الف۔ لگنائٹ　　ب۔ جپسم　　ج۔ سلکیاریت　　د۔ ماربل

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ پوٹھوہار سطح مرتفع کی جغرافیائی خصوصیات کی وضاحت کریں؟

۲۔ شمالی اور مغربی پہاڑوں میں واقع اہم گزر گاہوں کی شناخت کریں۔

۳۔ کوہِ نمک کے مقام اور جغرافیہ کی وضاحت کریں۔

۴۔ سندھ کا میدانی علاقہ پاکستان کا پیداواری خطہ کیوں ہے؟

۵۔ دریائے سندھ کے مشرقی اور مغربی معاون دریا کون سے ہیں؟

۶۔ اندرون ملک نکاسی آب سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دیں۔

۷۔ درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

الف۔ بلوچستان میں ماہی گیری　　ب۔ بلوچستان میں غلہ بانی

سوال نمبر ۳: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ ان ریگستانوں میں دستیاب مختلف قدرتی وسائل اور مقامی لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنانے اور ان کا مستقل فائدہ اٹھانے کے طریقوں پر تبادلہ خیال کریں۔

۲۔ شمالی پہاڑوں کی قدرتی پودوں کی وضاحت کریں؟

۳۔ وضاحت کریں کہ بلوچستان کی سطح مرتفع کی خصوصیات پوٹھوہار سطح مرتفع سے کیسے مختلف ہیں؟ مثالیں دیں۔

۴۔ شمالی پہاڑوں اور مغربی پہاڑوں کے درمیان فرق بیان کریں۔

۵۔ مثالوں کے ساتھ پاکستان کے صحراؤں کی وضاحت کریں۔ نیز پاکستان کے لیے صحرائی علاقوں کی اقتصادی صلاحیت کی بھی وضاحت کریں۔

National Book Foundation

باخبر آراء کی تشکیل

مستقبل میں بلوچستان سطح مرتفع کی ترقی کے کے امکانات پر جماعت میں تبصرے کے لیے استاد درج ذیل سوالات پوچھ سکتے ہیں۔

۱۔ بلوچستان کی سطح مرتفع میں ترقی کے لیے مناسب طریقوں کی نشاندہی کریں؟

۲۔ بلوچستان کے سطح مرتفع میں ترقی کو فروغ دینے کے لیے کچھ مخصوص منصوبے یا اقدامات کیا ہو سکتے ہیں؟

سرگرمی

"پاکستان کی قدرتی جغرافیہ: مستقبل کی ترقی اور پائیداری کے لیے عمل انگیز"

طلباء سے کہیں کہ وہ اپنی تجاویز تیار کریں اور اپنی ان تجاویز کو ججوں کے پینل، جیسے اساتذہ، ماحولیاتی ماہرین، یا کاروباری رہنماؤں کے سامنے پیش کریں۔ جج منصوبے کے ممکنہ فوائد، نفاذ اور کارآمد ہونے کی بنیاد پر اس کا جائزہ لیں۔

لغت

صحرا: خشکی کا ایک بنجر علاقہ۔

میدان: زمین کا ایک بڑا، چپٹا علاقہ۔

سطح مرتفع: زمین کا بڑا، چپٹا رقبہ جو آس پاس کی زمین سے اونچا ہو۔

ساحل: سمندر یا سمندر کا وہ کنارہ جہاں یہ زمین سے ملتا ہے۔

ڈیلٹا: وہ علاقہ جہاں دریا سمندر پر دھوتا ہے، اور دریائی پانی رگوں کی صورت میں سمندر میں شامل ہو جاتا ہے۔

درہ: پہاڑوں میں سے ایک تنگ راستہ۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ کو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔	

National Book Foundation

سبق

05

حصّہ دوم

جغرافیہ پاکستان

پاکستان کی آب و ہوا اور ماحولیاتی خطرات

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- مختلف وسائل جیسے اخبارات، موسمی چارٹ، جغرافیائی نمائندگی، اور جغرافیائی ٹیکنالوجیز کا استعمال کرتے ہوئے درجہ حرارت، بارش، بشمول مون سون، طوفان (مغربی ڈپریشن) اور روایتی بارش کی تقسیم کے لحاظ سے پاکستان کے موسمی علاقوں کا موازنہ کر سکیں۔
- آب وہوا کے لحاظ سے، پاکستان کے مختلف علاقوں کے بارے میں جمع کیے گئے اعداد و شمار کی وضاحت کر سکیں تاکہ ملک کے طبعی اور انسانی جغرافیہ بشمول زراعت، (انفراسٹرکچر) بنیادی ڈھانچے اور نقل و حمل کے نظام پر ان کے اثرات کا جائزہ لیا جا سکے۔
- پاکستان میں بنجر، نیم بنجر، مرطوب، ساحلی، اور پہاڑی آب وہوا کی خصوصیات کا تجزیہ کریں، بشمول موسمی تبدیلیوں کے، اور ملک کے طبعی اور انسانی جغرافیہ پر ان کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- پہاڑی علاقوں میں سردی، برف اور برف کے اثرات کے ساتھ ساتھ زراعت، صنعت اور مواصلات پر طوفان، سیلاب اور خشک سالی کے اثرات کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان کی معیشت پر درجہ حرارت، دباؤ اور ہوا کے نمونوں میں موسمی تبدیلیوں کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

National Book Foundation

تعارف

پاکستان کی آب وہوا زیادہ تر گرم اور خشک یا نیم خشک ہے۔ لیکن شمال میں موسم سرد اور ابر آلود ہوتا ہے۔ کسی علاقے میں عام طور پر تیس سال یا اس سے زیادہ عرصے کی موسمی کیفیات کے مطالعہ کو موسمیات کہتے ہیں۔ موسمی کیفیات سے مراد کسی مخصوص وقت اور جگہ کا درجہ حرارت، نمی، بارش، ہوا کا دباؤ، اور بادل وغیرہ ہوتے ہیں۔ موسمی حالات تیزی سے تبدیل ہوتے ہیں۔ اس باب میں، آپ پاکستان کے موسم اور آب وہوا کا تفصیلی مطالعہ کریں گے۔

National Book Foundation

پاکستان کے آب وہوا کے لحاظ سے خطے

پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے چار موسمی خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تبدیل شدہ ٹپوگرافیکل خطوں کی وجہ سے پاکستان کی آب وہوا کو وسیع طور پر چار موسمی علاقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ تقسیم کچھ اس طرح ہے:

۱۔ بلند یا پہاڑی آب وہوا کا خطہ۔

۲۔ نشیبی آب وہوا کا خطہ۔

۳۔ صحرائی یا خشک آب وہوا کا خطہ۔

۴۔ ساحلی یا سمندری آب وہوا کا خطہ۔

شمال، شمال مغربی اور مغربی پہاڑ، بالائی آب وہوا کے خطے ہیں۔ جبکہ سندھ کے میدانی علاقوں کا شمار نشیبی آب وہوا کے خطے میں ہوتا ہے۔ مکران کا ساحلی علاقہ، کراچی کا ساحلی علاقہ اور انڈس ڈیلٹا (جہاں دریائے سندھ بحیرۂ عرب سے ملتا ہے) کا شمار سمندری آب وہوا کے خطے میں ہوتا ہے۔ جبکہ جنوب مشرقی صحرا، اور بلوچستان کے جنوبی مغربی حصے کا شمار صحرائی یا خشک آب وہوا کے خطے میں ہوتا ہے۔ تاہم، ایک ہی جیسے آب وہوا کے خطے میں بارش، نمی اور درجہ حرارت میں تغیرات ہوسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، شمالی پہاڑی علاقوں میں مغربی پہاڑی علاقوں کے مقابلے میں زیادہ بارش ہوتی ہے، حالانکہ دونوں ایک ہی آب وہوا والے علاقے میں ہیں۔

پہاڑی آب وہوا کا خطہ

پہاڑی آب وہوا کے خطے میں شمال، شمال مغربی اور مغربی پہاڑی علاقے شامل ہیں۔ ان علاقوں میں لمبے عرصے تک سردیاں پڑتی ہیں اور برف باری ہوتی ہے۔ یہاں درجہ حرارت نہایت کم ہوتا ہے۔ شمال اور شمال مغربی پہاڑوں میں ہلکی گرمی ہوتی ہے، جو مختصر عرصہ تک رہتی ہے اور بارشیں ہوتی ہیں۔ شمالی اور شمال مغربی پہاڑوں کی اونچائی کی بنا پر بارش بہت زیادہ ہوتی ہے، جبکہ مغربی پہاڑوں کی بلندی کم ہونے کی وجہ سے بارش کم ہوتی ہے جیسا کہ کوہاٹ اور وزیرستان کے پہاڑی علاقے میں ہوتا ہے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ بارشیں مظفر آباد، سیدو شریف، اسکردو، استور، دیر، پارہ چنار اور کاکول میں ہوتی ہیں۔ جبکہ چترال اور گلگت کم بارش والے علاقے ہیں کیونکہ وہ بارانی علاقے ہیں۔ مختلف علاقوں کے درجہ حرارت ان کی بلندی پر بھی منحصر ہوتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بارانی علاقہ پہاڑ کے پیچھے ڈھکا وہ علاقہ ہوتا ہے جہاں بارش بہت کم ہوتی ہیں اور وہاں ہوا کا تناسب کم ہوتا ہے، اس علاقے کو عام طور پر "لیوارڈ سائیڈ" کہا جاتا ہے۔ آبی ذخائر سے بخارات میں تبدیل ہونے والی نمی، ساحل پر چلنے والی ہواؤں کے ذریعے خشک اور گرم علاقوں کی طرف جاتی ہے۔ جیسے گلگت اور چترال کے علاقے۔

نشیبی آب وہوا کا خطہ

نشیبی آب وہوا سے مراد ساحلی علاقوں کے علاوہ، پنجاب اور سندھ میں واقع پاکستان کے میدانی علاقے ہیں۔ ان علاقوں میں گرمیاں خشک اور بعض اوقات انتہائی شدید ہوتی ہیں۔ ہلکی سردی پڑتی ہے۔ مون سون عموماً جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔ زیریں سندھ کے میدانی اور جنوبی حصوں میں بارش کم ہوتی ہے۔ سندھ

کے میدانی علاقوں کے شمال اور شمال مغربی حصے میں مون سون کی بارش کا اختتام ہوتا ہے۔ زیادہ تر بارشیں اور گرج چمک جولائی اور اگست کے دوران ہوتی ہیں۔ تاہم، سندھ کے میدانی علاقوں میں بارش کے دنوں کی تعداد کئی عوامل پر منحصر ہوتی ہے، جس میں بلندی، عرض بلد، اور پہاڑوں کی نزدیکی شامل ہے۔ مثال کے طور پر، پوٹھوار سطح مرتفع کے علاقے سندھ کے وہ میدانی علاقے ہیں جہاں زیادہ بارشیں ہوئی ہیں کیونکہ یہاں مون سون اور مغرب سے آنے والے ہوا کے دباؤ، دونوں کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔

صحرائی یا خشک آب و ہوا کا خطہ

خشک علاقے کا مطلب ہے وہ علاقے جہاں بارش اور نمی کم ہوتی ہے۔ صحرائی علاقے جیسے خاران، تھر، تھل اور چولستان، خشک اور گرم علاقے ہیں۔ اور یہاں سال میں بہت کم بارشیں ہوتی ہیں۔ دن کے وقت مئی سے ستمبر تک میدانی علاقوں میں گرم اور دُھول بھری ہوائیں چلتی ہیں۔ ڈیورنل رینج کی وجہ سے صحرائی علاقوں میں دن کے وقت درجہ حرارت زیادہ ہوتا ہے۔ مٹی اور دُھول کے طوفان، صحرا کی آب وہوا کی ایک خصوصیت ہے جو عارضی طور پر درجہ حرارت کو کم کرتے ہیں۔ یہاں سردیوں میں کم سے کم درجہ حرارت ۳ ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

چوبیس گھنٹوں کی مدت میں رات کے وقت کم سے کم درجہ حرارت اور دن کے وقت زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت کے درمیان فرق کو ڈیورنل رینج کہا جاتا ہے۔

ساحلی آب وہوا کا خطہ

ساحلی آب وہوا کا خطہ پاکستان - بھارت سرحد پر رن کچھ سے لے کر پاکستان - ایران سرحد پر مکران کے ساحل تک پھیلا ہوا ہے۔ ساحلی پٹی میں انڈس ڈیلٹا، ٹھٹھہ، کراچی اور مکران کی پوری ساحلی پٹی شامل ہے۔ اس خطے میں سال بھر سمندری ہوائیں چلتی ہیں۔ سمندر سے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں زیادہ نمی ہوتی ہے، خاص طور پر اپریل سے ستمبر کے درمیان۔ مون سون کے موسم میں بہت کم بارش ہوتی ہے۔ تاہم، مغربی ہواؤں کی وجہ سے تھوڑی بہت بارشیں ہوتی ہیں۔

پاکستان کے موسم

پاکستان میں چار الگ الگ موسم ہوتے ہیں، موسم سرما، موسم گرما، خزاں اور بہار۔ پاکستان میں موسم بہار مارچ سے شروع ہوتا ہے اور مئی تک رہتا ہے جس کا اوسط درجہ حرارت 15 ڈگری سینٹی گریڈ سے 25 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ موسم گرما جون سے ستمبر تک جاری رہتا ہے۔ اس میں موسم گرم اور خشک ہوتا ہے، اور اوسط درجہ حرارت 25 ڈگری سینٹی گریڈ سے ۴۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ پاکستان میں گرمی کے موسم میں مون سون کی بارشیں ہوتی ہیں، اور یہ بارشیں کافی زیادہ ہو سکتی ہیں۔ خاص طور پر ملک کے جنوبی اور مشرقی حصوں میں۔ موسم خزاں اکتوبر سے نومبر تک رہتا ہے۔ جس کا اوسط درجہ حرارت ۱۵ ڈگری سینٹی گریڈ سے ۲۵ ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ موسم خزاں میں بھی بارشیں ہوتی ہیں، لیکن یہ مون سون کی بارشوں کی طرح زیادہ نہیں

National Book Foundation

ہوتی۔ پاکستان میں موسم سرما دسمبر سے فروری تک جاری رہتا ہے۔ موسم سرما ٹھنڈا اور خشک ہوتا ہے، جس کا اوسط درجہ حرارت ۵ڈگری سینٹی گریڈ سے ۱۵ ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ سردیوں میں، خاص طور پر ملک کے شمالی حصوں میں، تھوڑی برف باری ہوتی ہے۔ یہ موسمی تبدیلیاں آب وہوا کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتی ہیں جن کی وضاحت آگے کی جائے گی۔

موسمیاتی عناصر

چار عناصر ہیں جو پاکستان میں موسمی تغیرات کو بڑے پیمانے پر متاثر کرتے ہیں۔ درجہ حرارت، دباؤ، ہوائیں اور بارش۔

درجہ حرارت

درجہ حرارت گرمی یا سردی کی پیمائش ہے جو کئی پیمانوں میں کی جاتی ہے، جیسے کہ سینٹی گریڈ اور فارن ہائیٹ۔ کسی علاقے میں درجہ حرارت کی تقسیم ہمیں اس علاقے کے موسمی حالات، حیاتیاتی تنوع اور انسانی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے۔ پاکستان میں درجہ حرارت کے تغیرات کو متاثر کرنے والے عوامل میں سورج کا زاویہ، مون سون کی بارش، بادل کا احاطہ، سمندر سے فاصلہ، براعظمی اثرات، سمندری ہوائیں، اونچائی اور عرض بلد میں فرق شامل ہیں۔

یاد رکھنے کی باتیں

درجہ حرارت کی کلید

درجہ حرارت سینٹی گریڈ میں	تفصیل
۴۰ ڈگری سینٹی گریڈ اور اس سے زائد	بہت گرم
۳۱-۳۹ ڈگری سینٹی گریڈ	گرم
۲۱-۲۹ ڈگری سینٹی گریڈ	قدرے گرم
۱۰-۲۰ ڈگری سینٹی گریڈ	معتدل
۳-۹ ڈگری سینٹی گریڈ	سرد
منفی ۵ سے منفی ۲ ڈگری سینٹی گریڈ	سرد
منفی ۵ ڈگری سینٹی گریڈ سے کم	بہت سرد

پاکستان کا شمالی خطہ سرد ترین ہے، جس کا اوسط درجہ حرارت گرمیوں میں 17 ڈگری سینٹی گریڈ سے لے کر سردیوں میں منفی 2 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ شمالی پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیاں سال بھر برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ وسطی پاکستان میں، آب وہوا زیادہ معتدل ہے، جس کا اوسط درجہ حرارت گرمیوں میں 25 ڈگری سینٹی گریڈ سے لے کر سردیوں میں 10 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ اسلام آباد اور لاہور جیسے بڑے شہر اسی خطے میں واقع ہیں۔

National Book Foundation

پاکستان کا جنوبی خطہ گرم ترین ہے۔ جہاں کا اوسط درجہ حرارت گرمیوں میں 28 ڈگری سینٹی گریڈ سے لے کر سردیوں میں 18 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ اس خطے میں بندر گاہی شہر کراچی اور بلوچستان کا صحرائی علاقہ شامل ہے۔ پاکستان کے محکمہ موسمیات کے مطابق، مئی اور جون گرم ترین مہینے ہیں، جن کا اوسط درجہ حرارت بالترتیب 30.5 ڈگری سینٹی گریڈ اور 34.0 ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ سرد ترین مہینے دسمبر اور جنوری ہیں، جن کا اوسط درجہ حرارت بالترتیب 12.5 ڈگری سینٹی گریڈ اور 15.5 ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ یہ گراف درجہ حرارت اور بارش کے لحاظ سے کراچی کی آب وہوا دکھا رہا ہے۔

بارش کی بات کی جائے تو، سب سے کم بارش اپریل کے مہینے میں ہوتی ہیں، جس میں مکمل طور پر محض 0 ملی میٹر 0.0 انچ تک ریکارڈ کیا گیا ہے۔ یہ مخصوص عرصے کے اندر ایک غیر معمولی خشک مدت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اوسطاً، سب سے زیادہ بارش جولائی میں ہوتی ہے، جس کی اوسط مقدار 52 ملی میٹر۔ 2.0 انچ تک ہوتی ہے۔

پاکستان کے درجہ حرارت میں تبدیلیوں کے عناصر

چار عناصر ہیں جو پاکستان میں موسمی تغیرات کو بڑی حد تک متاثر کرتے ہیں۔ درجہ حرارت، دباؤ، ہوائیں اور بارش۔

National Book Foundation

طول البلد کا اثر: خطِ استوا کے قریب، سورج کی کرنیں زمین پر عمودی طور پر سیدھے زاویہ سے ٹکراتی ہیں، اس لیے وہ زمین کی سطح کو زیادہ گرمی پہنچاتی ہیں۔ قطبوں پر، سورج کی کرنیں زمین سے کافی زیادہ ترچھے زاویے سے ٹکراتی ہیں، اس لیے وہ زمین کی سطح کو کم گرم کرتی ہیں۔

بادل کا احاطہ: یہ زمین کی سطح تک پہنچنے والی سورج کی روشنی کا تعین کرنے میں ایک اہم عنصر ہے۔ یہ درجہ حرارت، بارش اور مرئیت پر بھی اثر ڈالتا ہے۔

بلندی اور درجہ حرارت: یہاں ہم سطح سمندر سے بلندی کی بات کر رہے ہیں۔ سطح سمندر پر ہوا سب سے زیادہ کثیف اور اس میں نمی کا تناسب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ زیادہ پانی کے بخارات، شمسی تابکاری اور دھول کے ذرات کو جذب کرتی ہے جبکہ اونچائی پر ہوا پتلی ہوتی ہے۔ اور کم مادوں کو جذب کرتی ہے۔ لہٰذا، ہر 1000 فٹ کی اونچائی پر اوسطاً درجہ حرارت میں ۶ ڈگری سینٹی گریڈ کی کمی واقع ہوتی ہے۔

براعظمی اثر: براعظمی اثر دن میں زمینی علاقوں کے گرم ہونے اور رات کو ان کے سرد ہونے کا عمل ہے۔ زمینی علاقے آبی علاقوں کی نسبت زیادہ تیزی سے گرم ہوتے ہیں اور رات کو بھی زیادہ تیزی سے ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ درحقیقت، جیسے جیسے سمندر سے فاصلہ بڑھتا ہے، براعظمی اثر بڑھتا جاتا ہے، اور سمندری ہوا کا اثر کم ہوتا ہے۔ پاکستان میں براعظمی اثر بنجر اور نیم خشک علاقوں میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے، مثلاً وادی سندھ اور بلوچستان کی سطح مرتفع۔

سورج کا زاویہ: سورج کا زاویہ سورج کی کرنوں اور زمین کے درمیان کا زاویہ ہے۔ یہ زمین کی سطح تک پہنچنے والی سورج کی روشنی کی مقدار کو متاثر کرتا ہے، جس کے نتیجے میں درجہ حرارت، پودوں کی نشوونما اور انسانی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔

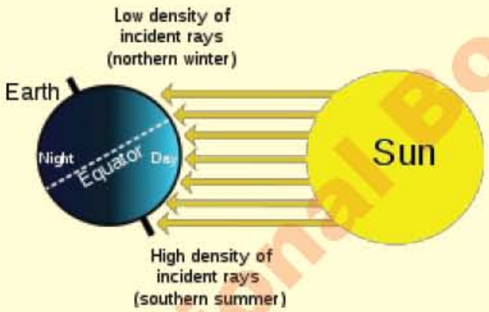

National Book Foundation

۲۔ بارش:

پاکستان میں بارشیں ہمالیہ سے پاکستان کے جنوب تک کم ہوتی ہے۔ پاکستان میں بارش کے چار ذرائع ہیں جو مختلف علاقوں کو بارش فراہم کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

مون سون ہوائیں

لفظ "مون سون" عربی لفظ "موزم" سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے "موسم"۔ اس کی وجہ مون سون کی موسمی ہوائیں ہیں جو سال میں دو بار اپنا رخ تبدیل کرتی ہیں۔ پاکستان میں مون سون کی بارشیں دو ذرائع سے ہوتی ہیں: خلیج بنگال اور بحیرۂ عرب۔ پاکستان میں مون سون کا موسم عام طور پر جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔

خلیج بنگال کی مون سون بارشیں

خلیج بنگال کا مون سون زمین اور سمندر کے مختلف درجہ حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گرمیوں کے مہینوں میں، زمین سمندر سے زیادہ تیزی سے گرم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے زمین پر ہوا کے کم دباؤ والا علاقہ بنتا ہے۔ خلیج بنگال سے گرم، نم ہوا اس کم دباؤ والے علاقے کو بھرنے کے لیے داخل ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں شدید بارش ہوتی ہے۔ یہ ہوائیں خلیج بنگال سے چلتی ہیں اور بھارت کو عبور کر کے سیدھے ہمالیہ سے ٹکراتی ہیں اور جس کی وجہ سے شمالی پنجاب کے علاقوں میں بھی بارش دیتی ہیں۔

گراف کے مطابق، لاہور میں نومبر کے مہینے میں سب سے کم بارش ہوتی ہے، جو تقریباً 7 ملی میٹر ہے 0.3 انچ تک ہوتی ہے۔ جب کہ یہاں سب سے زیادہ بارش جولائی میں ہو جو اوسطاً 166 ملی میٹر 6.5 انچ ہوتی ہے

بحیرۂ عرب کی مون سون کی بارشیں

بحیرۂ عرب میں مون سون کی بارشیں اس وقت ہوتی ہیں جب پاکستان کے جنوب مشرق میں مون سون کی تیز ہوائیں چلتی ہیں اور ساحلی علاقوں میں بارش لاتی ہیں۔ بحیرۂ عرب کی مون سون بارشیں زراعت کے لیے پانی فراہم کرتی ہیں اور زیر زمین پانی کی فراہمی کو بہتر بناتی ہیں۔ تاہم، مون سون کی بارشوں سے کبھی کبھی سیلاب، لینڈ سلائیڈنگ اور انفرااسٹرکچر کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

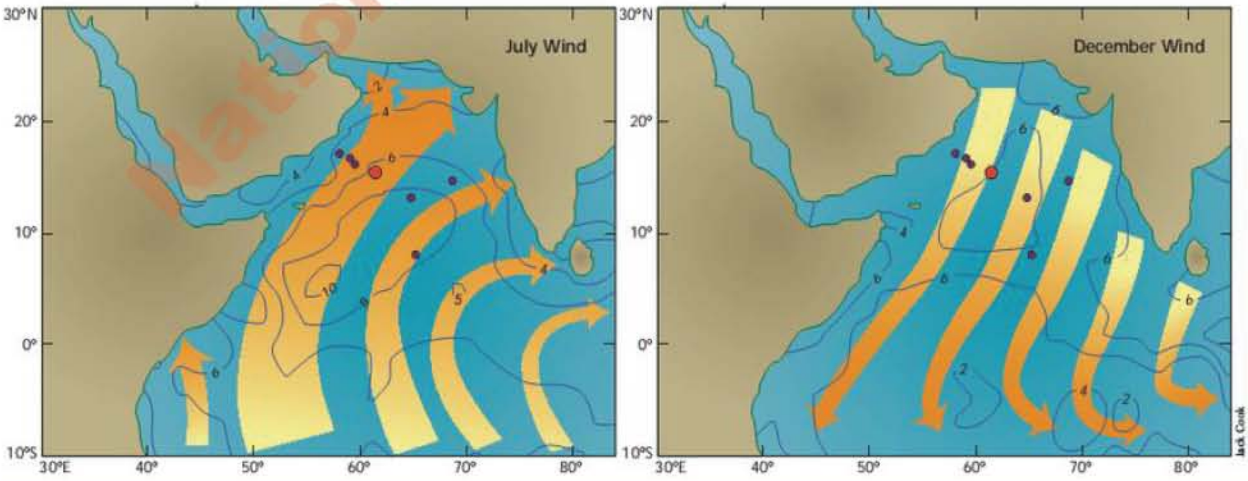

بحیرۂ عرب کا مون سون (الف) جو جولائی میں ہوتا ہے موسم گرما کی نمائندگی کر رہا ہے۔ (ب) دسمبر میں موسم سرما کی نمائندگی دکھائی گئی ہے۔ (ہونجو اور ویلر SODA ڈیٹا کی بنیاد پر)

National Book Foundation

۳۔ مغربی ہوا کا دباؤ (ویسٹرن ڈیپریشن)

مغربی دباؤ یا مغربی خلل ایک کم دباؤ کا نظام ہے جو بحیرہ روم پر بنتا ہے۔ اور مشرق کی طرف بڑھتا ہے، جس سے مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا میں بارش اور برف باری ہوتی ہے، خاص طور پر پاکستان کے شمالی اور مغربی علاقوں بشمول چترال، دیر، پشاور، لورالائی، کوئٹہ، خاران اور مکران کی ساحلی سلسلے میں۔ مغربی دباؤ سردیوں کے مہینوں میں (نومبر سے اپریل) تک سب سے زیادہ عام ہوتا ہے۔ مغربی دباؤ پاکستان میں زراعت کے لیے اہم ہے، کیونکہ ان ہواؤں کی وجہ سے موسم سرما کی بارش اور برف باری ہوتی ہے، جو گرمیوں میں پگھل جاتی ہے اور آبپاشی کے لیے پانی فراہم کرتی ہیں۔ تاہم، مغربی دباؤ بھی سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کا سبب بن سکتا ہے۔

۴۔ کنویکشنل کرنٹ (انتقالِ حرارت)

کنویکشنل کرنٹ زمین کی سطح کو گرم کرتا ہے جس کے نتیجے میں ہوا بھی گرم ہو جاتی ہے، اور پاکستان میں بارشوں کا سبب بنتی ہے۔ گرم ہوا چونکہ اپنے ارد گرد کی ٹھنڈی ہوا سے کم کثیف ہوتی ہے اس لیے بھاپ بن کر اوپر اٹھتی ہے، اور اوپر جا کر یہ ٹھنڈی ہونے لگتی ہے اور منجمد ہو کر بادل بناتی ہے۔ اگر بادل پانی کی بوندوں سے بھر جائیں تو یہ بوندیں بارش بن کر زمین پر برستی ہیں، جن علاقوں میں روایتی بارش ہوتی ہے وہ شمالی پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے علاقے ہیں۔ مثال کے طور پر موسم گرما کے آغاز میں راولپنڈی اور پشاور میں ہونے والی بارشیں۔

اساتذہ کے لیے نوٹ: پاکستان میں سب سے زیادہ اور سب سے کم بارش والے علاقوں کی اوسط سالانہ بارش کی تقسیم بیان کریں۔
ماخذ: http://www.gobalcitymap.com/Pakistan

National Book Foundation

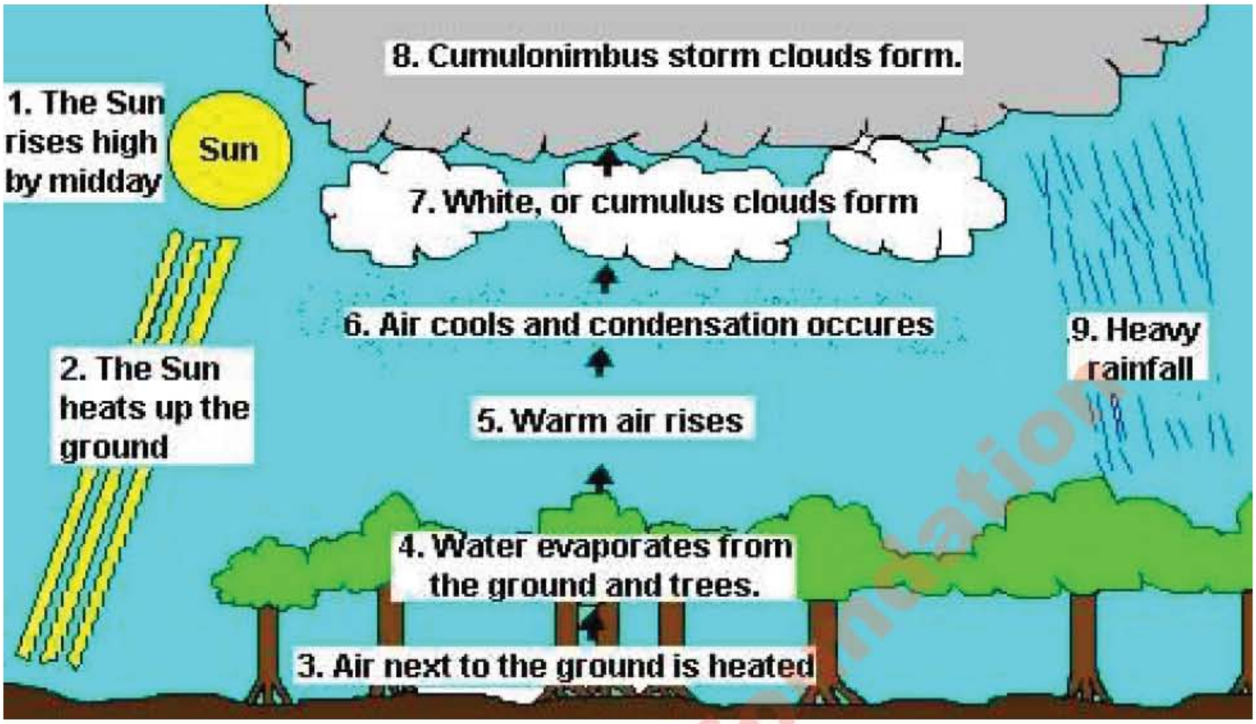

کنویکشنل کرنٹ

گرمیوں میں پاکستان کے جنوبی علاقوں میں درجہ حرارت کے الٹ جانے کے رجحان کی وجہ سے کنویکشنل بارش نہیں ہوتی۔ درجہ حرارت کی الٹی پرت ہوا کی ایک تہہ ہے جہاں درجہ حرارت میں اونچائی کے ساتھ اضافہ ہوتا ہے۔ یہ اٹھتی ہوئی ہوا، گرم ہوا کو نیچے کی جانب دھکیلتی ہے، جس سے یہ کمپریس ہو کر گرم ہو جاتی ہے۔ درجہ حرارت کی الٹی پرتیں نچلی فضا میں آلودگی سے مل سکتی ہیں، جس سے ہوا کا معیار خراب ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں علاقے میں مزید خشکی پیدا ہوتی ہے۔ یہ بادلوں اور بارش کو بننے سے بھی روک سکتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ کراچی اور اس سے ملحقہ علاقوں میں گرمی کے مہینوں میں زیادہ درجہ حرارت ۴۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک بڑھنے کے باوجود بارش نہیں ہوتی۔

۵۔ ریلیف بارشیں:

ریلیف بارش، جسے اوروگرافک بارش بھی کہا جاتا ہے، بارش کی ایک ایسی قسم ہے جو اس وقت بنتی ہے جب نم ہوا پہاڑی سلسلے کے اوپر کی جانب بڑھتی ہے۔ جیسے جیسے ہوا اوپر بڑھتی ہے، یہ پھیلتی ہے اور ٹھنڈی ہوتی چلی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ہوا میں پانی کے بخارات جمنے لگتے ہیں اور بادل بن جاتے ہیں۔ اگر بادل پانی کی بوندوں سے بھر جائیں تو یہ بارش بن کر برسنے لگتے ہیں۔ پاکستان کے شمالی اور مغربی علاقوں میں ریلیف بارشیں عام ہیں جیسے، ہمالیہ اور قراقرم۔ یہ پہاڑ بحیرۂ عرب سے آنے والی نم ہوا کو روکتے ہیں، اور جس کی وجہ سے ہوا اوپر کی جانب اٹھتی ہے۔ جیسے جیسے ہوا اوپر اٹھتی ہے، یہ ٹھنڈی ہو کر جمنے لگتی ہے، اور بادل بنتے ہیں اور بارش ہوتی ہے۔ کچھ اہم مقامات، جن میں مری، ایبٹ آباد، وادی سوات، گلگت بلتستان، پشاور، کوہاٹ، بنوں اور کوئٹہ شامل ہیں، ریلیف بارشیں ہوتی ہیں۔

National Book Foundation

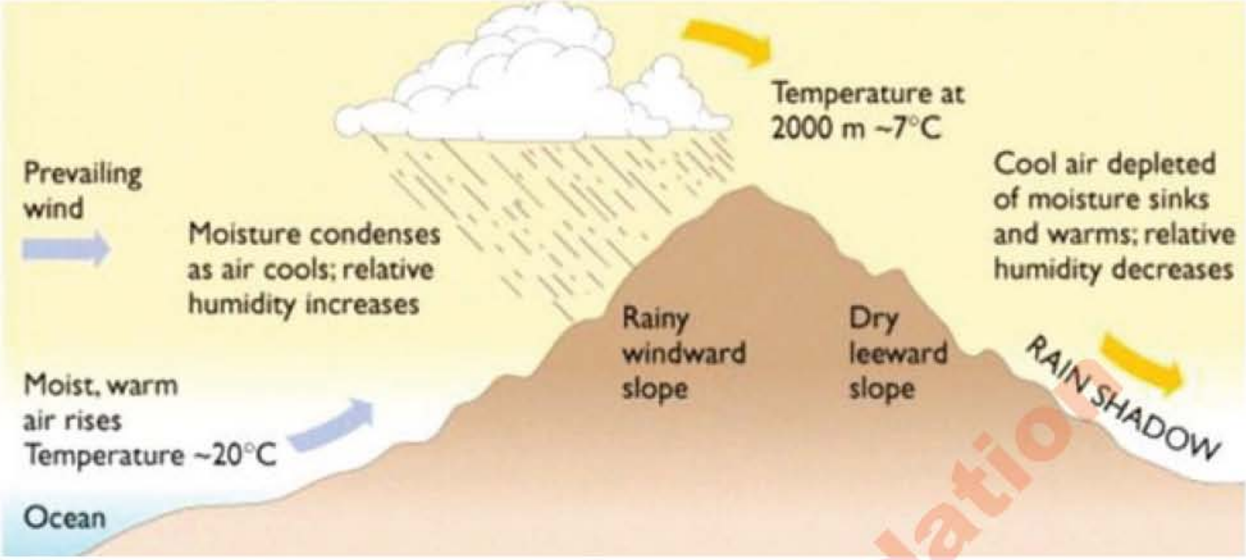

ریلیف بارش پاکستان میں زراعت اور آبپاشی کے لیے پانی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ زیر زمین پانی کی فراہمی کو پورا کرنے اور آبادی کو پینے کا پانی فراہم کرنے کا بھی اہم ذریعہ ہے۔

۶۔ حاری یا ٹروپیکل طوفان:

حاری طوفان، جیسے سمندری طوفان بھی کہا جاتا ہے، یہ بڑے، گھومنے والے طوفان ہوتے ہیں جو گرم سمندری پانیوں پر بنتے ہیں۔ حاری طوفان میں بہت زیادہ بارشیں، طوفانی لہریں اور تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ حاری طوفان قدرتی خطرہ ہیں اور اس سے بہت زیادہ تباہی آسکتی ہے،، جس سے املاک اور بنیادی ڈھانچے کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچ سکتا ہے۔ پاکستان بحیرۂ عرب کے شمالی ساحلوں پر واقع ہے، اور ایک ایسا خطہ ہے جو حاری طوفانوں کا شکار ہے۔ سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقے میں حاری طوفانوں کا سب سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ وہ مقامات جہاں یہ طوفان آتے ہیں ان میں کراچی، ٹھٹھہ، بدین، پسنی، جیوانی اور گوادر شامل ہیں۔

01 اکتوبر 2021، کراچی میں آنے والا حاری طوفان

National Book Foundation

۷۔ مون سون ہواؤں کا دباؤ اور نقل و حرکت

مون سون ہواؤں کا دباؤ اور حرکت ایک پیچیدہ نظام ہے جو سورج کی پوزیشن، زمین اور سمندر کا درجہ حرارت اور زمین کی گردش سمیت متعدد عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔ گرمیوں کے مہینوں میں بحیرۂ عرب زمینی سطح سے زیادہ گرم ہوتا ہے۔ یہ بحیرۂ عرب پر کم دباؤ کا نظام اور زمینی سطح پر تیز دباؤ کا نظام بنتا ہے۔ یہ ہوائیں بحیرۂ عرب سے زمینی سطح کی طرف چلتی ہیں، جو شمالی اور وسطی پاکستان میں گرم اور نم ہوا لاتی ہیں۔ جولائی اور اگست کے مہینوں میں گرم اور نم ہوا بلند ہوتی ہے اور ٹھنڈی ہو کر بادل بناتی ہیں اور بارش ہوتی ہے۔ جبکہ سردیوں کے مہینوں میں بحیرۂ عرب زمینی سطح سے زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ یہ بحیرۂ عرب پر ایک تیز دباؤ کا نظام اور زمینی سطح پر کم دباؤ کا نظام بناتا ہے۔ ہوائیں بحیرۂ عرب کی طرف چلتی ہیں اور خشک ہوا کو اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ نتیجتاً پاکستان میں سردیوں کے مہینوں میں بہت کم بارشیں ہوتی ہیں۔

کاشتکاری کے لیے بارش کی افادیت

پاکستان میں کاشتکاری بارش کی مقدار، وقت اور تقسیم کے لحاظ پر منحصر ہے۔ کسان اپنے علاقوں میں بارش کے لحاظ سے فصلوں کا انتخاب کرتے ہیں اور جہاں ضرورت پڑے بارش کو بڑھانے کے لیے آب پاشی کرتے ہیں۔ بلوچستان کے بنجر علاقوں میں سالانہ ۲۵۰ ملی میٹر سے کم بارش ہوتی ہے، جو فصلوں کی پیداوار کے لیے ناکافی ہے۔ ان علاقوں کے کسانوں کا انحصار آبپاشی پر ہوتا ہے۔ ہمالیہ کے مرطوب علاقوں میں ہر سال ۲،۰۰۰ ملی میٹر سے زیادہ بارش ہوتی ہے، جو اکثر فصلوں کے لیے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ان علاقوں میں کسان پانی کو جمع کرنے کے لیے نکاسی کے نظام کا استعمال کرتے ہیں۔

سطح مرتفع پوٹھوہار: سطح مرتفع پوٹھوہار جو بارش پر منحصر علاقہ ہے، جس کو 'بارانی لینڈ' بھی کہا جاتا ہے، یہاں سالانہ ۵۰۰ سے ۱،۰۰۰ ملی میٹر تک معتدل بارش ہوتی ہے۔ یہ فصل کی پیداوار کے لیے کافی زیادہ بارش ہے، لیکن کسانوں کو خشک سالی میں آبی وسائل کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ سندھ کے میدانی علاقوں میں سالانہ اوسطاً ۲۵۰ سے ۵۰۰ ملی میٹر تک بارش ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ بارش زراعت کے لیے کافی ہے، لیکن ان علاقوں میں کسان آب پاشی کے نظام کے ذریعے بارش کے پانی کو ذخیرہ کرتے ہیں۔ موسم سرما کی بارش، زراعت، پانی کے ذخیرے، زیرِ زمین پانی کی بھرائی، ماحولیاتی نظام اور دیگر شعبوں میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ڈیموں اور جھیلوں جیسے آبی ذخائر کو بھرنے میں مدد کرتی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں جنگلات، گھاس کے میدانوں، دلدلی زمینوں اور صنعتی استعمال سمیت مختلف ماحولیاتی نظاموں میں اہمیت کی حامل ہے۔

قدرتی خطرات / آفات

ا۔ طوفان برق و باراں

پاکستان میں گرج چمک کے ساتھ طوفانی بارشیں موسم گرما میں، اپریل سے جون اور ستمبر سے اکتوبر کے مہینوں میں عام ہیں۔ یہ ملک کے کسی بھی حصے میں ہو سکتی ہیں، لیکن یہ شمال اور شمال مغربی علاقوں، ہمالیہ کے دامن اور سفید کوہ پہاڑوں میں سب سے زیادہ ہوتی ہیں۔ یہ طوفان تیز ہواؤں، شدید بارش، بجلی گرنے، گرج چمک

اساتذہ کے لیے نوٹ: تصویر کو دیکھتے ہوئے، آپ طوفان کے بعد کے حالات کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ ماخذ: دی نیوز انٹرنیشنل

National Book Foundation

اور اولے کا سبب بنتے ہیں۔ جو فصلوں، باغات، سیلاب، لینڈ سلائیڈنگ اور بجلی کی سپلائی لائنوں کو پہنچنے والے نقصان کی وجہ سے بجلی کی فراہمی کو تباہ کر سکتے ہیں۔

۲۔ دریائی سیلاب

دریائی سیلاب ایک قدرتی آفت ہے جو اس وقت آتی ہے جب دریا بھر جاتے ہیں اور آس پاس کی زمینیں ڈوب جاتی ہیں۔ اگرچہ سیلاب نئی خوراک کی کشادگی فراہم کرتے ہیں اور نم علاقوں اور انڈس ڈیلٹا میں ایلوویئم کی تہہ پھیلاتے ہیں اور زیرِ زمین پانی کی بھرائی کرتے ہیں لیکن سیلاب کے قدرتی اور انسانی وسائل پر بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دریا میں سیلاب آنے کی قدرتی اور انسانی وجوہات ہیں۔

قدرتی وجوہات	انسانی وجوہات
ا۔ ریکارڈ توڑ بارش۔ جیسا کہ 2010 میں صرف پشاور میں 24 گھنٹوں میں 312 ملی میٹر بارش ہوئی۔	ا۔ جنگلات کی کٹائی۔ جس کی وجہ سے پانی کم جذب ہوتا ہے اور پانی کے بہاؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے جو سیلاب کا باعث بنتا ہے۔
۲۔ موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے برف کا تیزی سے پگھلنا۔ زمین کے اوسط درجہ حرارت میں اضافہ۔ 1880 کے بعد سے 0.08 ڈگری سینٹی گریڈ فی دہائی	۲۔ سیلابی علاقوں میں بستیاں بنانا۔ دریا کے قریب بنائی گئی بستیاں غیر معیاری ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے سیلاب کے دوران ان بستیوں کے گرنے اور ڈوبنے کا خطرہ ہوتا ہے۔
۳۔ دریاؤں کے ساتھ قدرتی پشتے اتنے اونچے نہیں ہیں کہ سیلابی پانی کو روک سکیں۔	۳۔ اضافی پانی یا سیلاب کے پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے ڈیموں کی کمی۔
۴۔ سمندری طوفان یا دوسرے طوفان کی وجہ سے سطحِ سمندر میں طوفانی لہر ساحلی علاقوں میں سیلاب کا باعث بنتی ہے۔	۴۔ وفاقی سیلاب کمیشن تیز بارش کی صورتحال کے لیے عام طور پر تیار نہیں ہوتی۔ جس کی بنا پر سیلابی واقعات پر قابو پانے کا فقدان ہے۔

احتیاطی تدابیر:

ا۔ **سیلاب سے پہلے ہدایات فراہم کرنا:** کسان اپنے مویشی اونچے مقامات پر منتقل کر دیں۔ سیلابی علاقوں میں ریت کے تھیلوں کی رکاوٹیں کھڑی کی جائیں۔ فصلوں کی فوری کٹائی اور کسانوں کو سیلاب کے لیے بیمہ دینے سے کسانوں کو نقصانات سے نکالنے میں مدد مل سکتی ہے۔

۲۔ **جنگلات کی کٹائی اور دوبارہ شجرکاری:** جنگلات پانی کے بہاؤ کو منظم کرتے ہیں اور سیلاب کے خطرات کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۳۔ **شہری کاری کو کم کرنا:** شہروں میں سیمنٹ سے بنی زمینوں کی تعداد میں اضافے سے سیلاب کے خطرات بڑھ جاتے ہیں چونکہ یہ پانی کو زمین میں جذب ہونے سے روکتی ہیں۔

National Book Foundation

۴۔ **سیلاب سے بچنے کے لیئے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانا:** ایسا انفراسٹرکچر تیار کیا جانا چاہیے جو سیلاب کے اثرات کو برداشت کر سکے، جس میں سڑکوں اور پُلوں کی ایسی تعمیر کی جانی چاہیے جو پانی کے تیز بہاؤ کو سنبھالنے کے قابل ہوں۔ اور اہم انفراسٹرکچر جیسے بجلی کے پلانٹس اور پانی کی صفائی کی سہولیات کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

۵۔ **نکاسی آب کے نظام کو بہتر بنانا:** نکاسی آب کے نظام کو بہتر بنانے میں طوفانی نالوں اور نہروں کی تعمیر اور دیکھ بھال، اور آبی گزر گاہوں سے کچرے کو صاف کرنا شامل ہے۔ اس طرح سیلاب کے خطرے کو کم کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ **سیلاب سے بچاؤ کے لیے تعمیرات:** حفاظتی بند اور اونچی دیواریں بنا کر لوگوں کو سیلاب سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

۷۔ **آبی وسائل کا تحفظ:** چھوٹے ڈیموں کی تعمیر سے سیلاب اور اس کے ممکنہ اثرات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

۸۔ **سیلاب کے خطرات کے بارے میں آگاہی بڑھانا اور سیلاب سے بچاؤ کے بارے میں لوگوں کو تعلیم دینا:** سیلاب سے پہلے کی احتیاطی تدابیر کی تشہیر ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا پر کی جا سکتی ہے اور لوگوں کو سیلاب سے بچاؤ کے بارے میں تعلیم دی جا سکتی ہے۔ سیلاب سے متاثرہ افراد کو طبی دیکھ بھال، نفسیاتی اور سماجی مدد فراہم کرنے کے لیے بحالی مراکز کا قیام ضروری ہے۔

2010 میں پاکستان کا سیلاب، ماہرین نے اسے 'صدی کا سیلاب' قرار دیا۔ اس نے 2 کروڑ سے زیادہ لوگوں کو متاثر کیا اور 1 کروڑ سے زیادہ لوگوں کو بے گھر کر دیا۔ سیلاب سے 43 ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔

اساتذہ کے لیے نوٹ: جماعت میں طلبا بحث کریں: پاکستان میں موسم گرما کی مون سون کی بارشوں کی مقامی تقسیم ملک کی زراعت اور معیشت کو کس طرح متاثر کرتی ہے۔

۳۔ خشک سالی

خشک سالی ایک قدرتی خطرہ ہے جس کی نشاندہی طویل مدت کی خشکی سے ہوتی ہے۔ بارش کی کمی پانی کی شدید قلت کا سبب بنتی ہے جو فصلوں اور مویشیوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ پاکستان قدرتی اور انسانی دونوں طرح کی خشک سالی کا شکار ہے۔ پاکستان میں خشک سالی کئی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

۱۔ **مستقل خشک سالی:** پاکستان کے صحرائی علاقے مستقل خشک سالی کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے فصل کی کاشت میں رکاوٹ آتی ہے۔

۲۔ **موسمی خشک سالی:** پوٹھوہار اور جنوبی پنجاب کے بارانی علاقوں میں مون سون کے ناقابل اعتبار ہونے کی وجہ سے اکثر خشک موسم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے فصل کی کاشت میں شدید رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ **غیر مرئی خشک سالی:** اسے زرعی خشک سالی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ براہ راست جنگلات کی کٹائی اور مٹی کے مسلسل کٹاؤ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ فصلوں کی پیداوار کم ہو جاتی ہے، پانی کی قلت کی وجہ سے مویشی کمزور ہو جاتے ہیں اور کسانوں کو معاشی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

۴۔ **غیر متوقع خشک سالی:** اس کی وجہ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے غیر متوقع طور پر کم بارش کا ہونا ہے۔ جس کے نتیجے میں پانی کی قلت، مویشیوں کی موت، فصل کی پیداوار کا نہ ہونا، اور دیہی آبادی کو اندرونی نقل مکانی کرنا پڑتی ہے۔

خشک سالی کے اثرات

پاکستان میں خشک سالی کا انتظام

پاکستان میں حکومت اور انتظامیہ خشک سالی کے خطرات کو کم کرنے اور اس کے اثرات سے نمٹنے کی صلاحیت کو یقینی بنانے کے لیے مل کر کام کر رہے ہیں۔ پانی کے تحفظ کی اسکیمیں متعارف کروائی گئی ہیں، جیسے کینال لائننگ، پانی کے ٹینکوں کی تعمیر، چھوٹے مقامی ڈیم اور آبی ذخائر وغیرہ۔ قبل از وقت انتباہی نظام تیار کیا

National Book Foundation

جاتا ہے اور متاثرہ کسانوں کو مالی مدد فراہم کی جاتی ہے۔ کسان تیزی سے خشک سالی سے بچنے والی فصلیں، جیسے جوار اور باجرا لگا رہے ہیں اور ڈرپ آبپاشی کو اپنا کر پانی کو زیادہ موثر طریقے سے استعمال کر رہے ہیں۔ خشک سالی کے اقدامات میں برسات کے موسم کے دوران چھتوں اور دیگر سطحوں سے بارش کے پانی کو جمع کر کے اور خشک موسم کے دوران استعمال کے لیے ذخیرہ کر کے بارش کے پانی کی ذخیرہ اندوزی شامل ہے۔

خشک سالی سے نمٹنے کے لیے سندھ میں مقامی کونکر ڈیم

کیا آپ جانتے ہیں؟

صحرائے تھر میں پانی لانے کے لیے موسمی نہر کی تجویز:

سندھ حکومت سکھر بیراج سے صحرائے تھر تک موسمی نہر بنانے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ یہ نہر صحرا کے علاقے میں بہت ضرورت کا پانی پہنچائے گی، جو اس وقت کافی خشک اور بنجر ہے۔ توقع ہے کہ یہ نہر تقریباً ۲۰۰ کلومیٹر لمبی ہوگی اور دریائے سندھ سے صحرائے تھر تک پانی لے جائے گی۔ اس پانی کو آبپاشی کے لیے، پینے کے لیے اور مویشیوں کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اس منصوبے پر تقریباً ۱۵۰ ارب کی لاگت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ حکومت سندھ نے امداد کے لیے وفاقی حکومت سے رابطہ کیا ہے۔ صحرائے تھر کے کسانوں اور رہائشیوں نے اس منصوبے کا خیر مقدم کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ نہر خطے میں خوشحالی لائے گی اور ان کی زندگیوں کو بہتر بنانے میں مدد کرے گی۔ تاہم، کچھ ماحولیاتی ماہرین نے اس منصوبے کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا ہے۔ انہیں خدشہ ہے کہ یہ نہر صحرائے تھر کے نازک ماحولیاتی نظام کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ نہر ان لوگوں کو بے گھر کر سکتی ہے جو اس وقت صحرا میں رہتے ہیں۔

ذرائع بنیوز ڈیسک، ۱۴ اگست، ۲۰۱۷

لوگوں کے طرز زندگی اور معاشی سرگرمیوں پر آب وہوا کے اثرات:

لوگوں کے طرز زندگی اور معاشی سرگرمیوں پر آب وہوا کے اثرات مختلف علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ اور یہاں اس پر مزید تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

بالائی علاقہ

پہاڑی علاقوں میں درجہ حرارت کم ہوتا ہے اور نشیبی علاقوں کے مقابلے میں یہاں زیادہ بارش ہوتی ہے۔ یہ علاقے اکثر جنگلات اور چراگاہوں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگ خانہ بدوش ہوتے ہیں اور عام طور پر ٹرانس ہیومینس (مویشیوں کو موسمی تبدیلی کی وجہ سے اونچے پہاڑوں سے نیچے کی طرف لائے جانے کا عمل)، معاش کے لیے زراعت، اور مویشی چراتے ہیں۔ شمالی سرحدوں میں لوگ آمدنی کے لیے سیاحت اور دیگر غیر زرعی سرگرمیوں پر بھی انحصار کرتے ہیں۔ بلوچستان کے زیادہ تر حصوں میں پانی کی کمی کی وجہ سے فصلوں کی کاشت ممکن نہیں ہو پاتی۔ جس کی بنا پر لوگ یہاں انسانی بستیاں نہیں بساتے۔ موسمیاتی تبدیلی کا بالائی یعنی پہاڑی علاقے پر نمایاں اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، کسانوں کو پانی کی دستیابی میں کمی، خشک سالی، سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے فصلوں کی کاشت میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے غذائی عدم تحفظ اور غربت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی لوگوں کے لیے روایتی چراگاہوں تک رسائی کو مزید مشکل بنا رہی ہے، جس کا اثر مویشیوں کے انتظام پر پڑ رہا ہے۔

نشیبی علاقہ

پہاڑی علاقوں کے مقابلے میں نشیبی علاقوں میں درجہ حرارت زیادہ اور بارشیں کم ہوتی ہے۔ پنجاب اور سندھ کے میدانی علاقے نشیبی علاقوں پر محیط ہیں۔ نشیبی علاقوں کے لوگ زراعت، صنعتکاری، نوکری اور مختلف معاشی سرگرمیوں پر انحصار کرتے ہیں۔ تاہم، گرم درجہ حرارت موسمی حادثات کا باعث بن رہا ہے، جیسے ہیٹ ویوز، خشک سالی، سیلاب اور طوفان۔ جو فصلوں کی پیداوار میں کمی، نقل و حمل اور مواصلات کو نقصان پہنچانے اور معاشی سرگرمیوں میں خلل ڈالنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، گرمی کی لہریں فصلوں کی ناکامی اور مویشیوں کی موت کا باعث بن سکتی ہیں۔ خشک سالی فصلوں کی پیداوار کو کم کر سکتی ہے اور لوگوں کے لیے پانی تک رسائی بھی مشکل ہو سکتی ہے۔ سیلاب اور طوفان بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نقل و حمل اور مواصلاتی نیٹ ورک کو متاثر کر سکتے ہیں۔

بنجر علاقہ

پاکستان کا بنجر علاقہ بنیادی طور پر صحرائی علاقوں پر مشتمل ہے۔ یہاں موسم نہایت خشک ہوتا ہے۔ یہ علاقے انتہائی کم بارش اور بخارات کے اخراج کی زیادتی کی وجہ سے پانی کی قلت کا شکار ہیں۔ بنجر علاقے کے لوگ مختلف قسم کی معاشی سرگرمیوں پر انحصار کرتے ہیں، جیسے کان کنی، مویشی پالنا اور سیاحت۔ خشک علاقے کے باوجود، پاکستان کے صحرائی علاقوں میں بہت سے لوگ زراعت کرتے ہیں۔ کاریز ایک زیر زمین آبپاشی کا نظام ہے جو بلوچستان میں رائج ہے۔ کاریز کھیتوں، باغات اور کھجوروں کی آبپاشی

بلوچستان میں کاریز

کرتا ہے۔ یہ مختلف قسم کی فصلیں اگاتے ہیں، جن میں گندم، چاول، باجرا اور جوار شامل ہیں۔ بنجر علاقوں میں لوگ بھیڑ، بکریاں اور اونٹ جیسے مویشی بھی پالتے ہیں۔ یہ جانور انہیں خوراک، دودھ اور نقل و حمل کا ذریعہ فراہم کرتے ہیں۔ یہ جانور اون اور دیگر مصنوعات تیار کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

صحرائی علاقوں کے بہت سے لوگ ہنر مند کاریگر ہیں۔ وہ مختلف قسم کی دستکاری کرتے ہیں، جیسے قالین، کپڑا اور مٹی کے برتن وغیرہ۔ یہ دستکاریاں جیسے اجرک، رِلّی، رضائی، کڑھائی والی چادر، چمڑے کی مصنوعات، مٹی کے برتن کو مقامی بازاروں میں فروخت کیا جاتا ہے اور بلوچستان کے دیگر حصوں سمیت مختلف ممالک جیسے ہندوستان، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، آسٹریلیا، جرمنی اور متحدہ عرب امارات کو بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے صحرائی علاقوں کے کچھ حصوں میں سیاحت کو فروغ مل رہا ہے۔ سیاح صحرا کی منفرد زمین اور ثقافت کی طرف راغب ہوتے ہیں، مثال کے طور پر چولستان کا صحرا، جو اپنے گرتے ہوئے ریت کے ٹیلوں، نمکین دلدل اور قدیم قلعوں کے لیے جانا جاتا ہے۔ سیاح اونٹ اور جیپ کے ذریعے صحرائی زمین کی خوبصورتی، ورثے، ثقافت اور تھر اور چولستان کی جنگلی حیات کو دیکھنے آتے ہیں۔

ساحلی علاقہ

پاکستان کا ساحلی علاقہ سندھ میں ڈیلٹا ساحلی پٹی اور بلوچستان میں مکران کے پہاڑی ساحل پر مشتمل ہے۔ اس کی خصوصیت سمندری آب وہوا ہے۔ ٹھنڈی سمندری ہوائیں موسم گرما کے مہینوں کے تیز درجہ حرارت کو کم کرتی ہیں۔ یہ لمبی ساحلی لکیر ساحلوں، دریا کے دہانوں اور دلدلی زمینوں کا گھر ہے جو سردیوں کے مہینوں میں سیاحوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ ساحلی علاقے کے لوگ ماہی گیری، سیاحت اور تجارت سمیت مختلف معاشی سرگرمیوں پر انحصار کرتے ہیں۔ کراچی - کورنگی اور بن قاسم بندرگاہیں پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کراچی بندرگاہ پاکستان کی مصروف ترین بندرگاہ ہے، اور یہ کنٹینرز، بار جہاز، اور مائع کارگو سمیت مختلف قسم کے کارگو کو سنبھالتی ہے۔ تاہم، آب وہوا کی تبدیلی بار بار اور شدید طوفانوں کا باعث بن رہی ہے جس کے نتیجے میں ساحلی کٹاؤ اور بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچ رہا ہے جس کا اثر پاکستان کی معیشت پر بہت زیادہ ہے۔

سندھ کا ساحلی علاقہ

ہم نے کیا سیکھا

- ٹرانس ہیو مینس اونچائی اور کم اونچائی والی چراگاہوں کے درمیان مویشیوں کی موسمی نقل و حرکت ہے۔ یہ ایک روایتی عمل ہے، جو صدیوں سے چرواہا برادریوں کے ذریعہ استعمال ہوتا رہا ہے۔
- مون سون کی ہوائیں موسمی ہوائیں ہیں جو ہر چھ ماہ بعد الٹی سمت میں چلتی ہیں۔ یہ ہوائیں زمین اور پانی کے مختلف درجہ حرارت کی وجہ سے چلتی ہیں۔
- مون سون شدید موسمی واقعات کا سبب بھی بن سکتا ہے، جیسے سیلاب۔
- درجہ حرارت کی الٹی پرت ماحول کی ایک پرت ہے جس میں درجہ حرارت اونچائی کے ساتھ بڑھتا ہے۔
- پاکستان کے صحرائی علاقوں میں مویشی بہت سے لوگوں کی زندگیوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔
- بہت سی ساحلی برادریوں میں ماہی گیری ایک بڑی صنعت ہے۔

مشق

سوال نمبر ا: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ برِ اعظمی اثر یہ ہے

الف۔ دن کے وقت زمینی علاقوں کا گرم ہونا اور رات کو ٹھنڈا ہونا۔
ب۔ دن کے وقت زمینی علاقوں کا ٹھنڈا ہونا اور رات کے وقت گرم ہونا۔
ج۔ دن میں سمندروں کی گرمی اور رات میں ان کی ٹھنڈک۔
د۔ دن میں سمندروں کی ٹھنڈک اور رات میں ان کی گرمی۔

۲۔ سیلاب کی وجہ یہ ہیں:

الف۔ زمین اور پانی کی مختلف حرارت کی صلاحیت
ب۔ دریاؤں کے کناروں پر پانی کا بھرنا
ج۔ زمین اور پانی کی مختلف حرارت کی عکاسی
د۔ شمالی پہاڑوں پر لینڈ سلائیڈنگ

۳۔ درجہ حرارت کی الٹی پرت کو متعین کیا جاتا ہے۔

الف۔ خشک اور نیم خشک علاقے
ب۔ مرطوب اور حاری علاقے میں
ج۔ قطبی علاقے میں
د۔ پاکستان کے جنوب مشرق میں

۴۔ ریلیف بارشیں ہوتی ہیں

الف۔ پہاڑیوں میں
ب۔ صحرائی علاقوں میں
ج۔ ریلیف کی دوسری جانب
د۔ اوپر دیئے گئے تمام

۵۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سی مغربی ڈپریشن کی خصوصیت نہیں ہے۔

الف۔ یہ سردیوں کے موسم میں زیادہ عام ہوتی ہیں
ب۔ پاکستان میں بارش اور برف باری ہوتی ہے
ج۔ پاکستان میں زراعت کیلئے اہم ہیں
د۔ یہ بحرالکاہل پر بنتی ہیں

National Book Foundation

۶۔ سمندری ہوائیں اس وجہ سے چلتی ہیں

الف۔ زمین اور پانی میں حرارتی تفریق کی وجہ سے
ب۔ زمین اور پانی کے ایک ہی درجہ حرارت کی وجہ سے
ج۔ زمین اور پانی کی متفرق ٹھنڈک
د۔ زمین اور پانی کی یکساں ٹھنڈک

۷۔ پاکستان میں موسلا دھار بارش کی وجہ یہ ہے:

الف۔ یہ زمین کی سطح کے گرم ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔
ب۔ یہ پاکستان کے شمالی اور مغربی علاقوں میں عام ہے۔
ج۔ یہ موسم گرما کے ابتدائی مہینوں میں ہوتی ہے۔
د۔ یہ دو ہواؤں کے ٹکراؤ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۸۔ پاکستان کا کون سا غیر ساحلی شہر حاری یا ٹراپیکل طوفانوں کا شکار ہے؟

الف۔ کراچی ب۔ پشاور ج۔ ٹھٹھہ د۔ بدین

۹۔ پاکستان میں مون سون کی ہواؤں کے بارے میں درج ذیل میں سے کون سا بیان درست نہیں ہے؟

الف۔ مون سون کی ہوائیں گرمیوں کے مہینوں میں بحیرۂ عرب سے زمینی سطح کی طرف چلتی ہیں۔
ب۔ مون سون کی ہوائیں گرمیوں کے مہینوں میں پاکستان میں گرم، نم ہوا لاتی ہیں۔
ج۔ مون سون کی ہوائیں گرمیوں کے مہینوں میں پاکستان میں بھاری بارش کا سبب بنتی ہیں۔
د۔ مون سون کی ہوائیں سردیوں کے مہینوں میں زمینی سطح سے بحیرۂ عرب کی طرف چلتی ہیں۔

۱۰۔ پاکستان کے مندرجہ ذیل میں سے کس علاقے میں فصلوں کی پیداوار کے لیے بارش کافی نہیں ہوتی ہے؟

الف۔ سطح مرتفع پوٹھوہار ب۔ ہمالیہ کے مرطوب علاقے ج۔ بلوچستان کے بنجر علاقے د۔ سندھ کے میدانی علاقے

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ پاکستان کو آب و ہوا کے اعتبار سے کن چار خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے، اور ہر خطے کے درمیان دو اہم فرق کیا ہیں؟
۲۔ پاکستان کے صحرا یا خشک آب و ہوا کی خصوصیات بیان کریں؟
۳۔ وضاحت کریں کہ پوٹھوہار سطح مرتفع کی آب و ہوا کس طرح سے کسانوں کے لیے ایک چیلنج ہے۔
۴۔ پاکستان کی ساحلی آب و ہوا علاقے، پاکستان کے دیگر آب و ہوا والے علاقوں سے کس طرح مختلف ہیں؟
۵۔ پاکستان میں موسم گرما میں دریاؤں میں سیلاب کیوں آتا ہے؟
۶۔ کراچی اور لاہور کے درمیان بارش اور درجہ حرارت کی سالانہ تقسیم کس طرح مختلف ہے؟

National Book Foundation

لغت

بالائی یا پہاڑی آب وہوا:	ایک ایسی آب وہوا جس کی خصوصیت زیادہ اونچائی اور سرد درجہ حرارت ہے۔
نشیبی آب وہوا:	ایک ایسی آب وہوا جس کی خصوصیت کم اونچائی اور گرم درجہ حرارت ہے۔
مون سون:	ہوا کا ایک موسمی نمونہ جو گرمیوں کے مہینوں میں پاکستان میں بھاری بارش لاتا ہے۔
مغربی دباؤ:	کم دباؤ کا نظام جو بحیرہ روم کے اوپر تیار ہوتا ہے اور مشرق کی طرف سفر کرتا ہے، جس سے پاکستان سمیت مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا میں بارش اور برف باری ہوتی ہے۔
سمندری ہوا:	ٹھنڈی ہوا جو دن کے وقت سمندر سے زمین کی طرف چلتی ہے۔
زمینی ہوا:	گرم ہوا جو رات کو زمین سے سمندر کی طرف چلتی ہے۔
ڈیورنل رینج یا روزانہ درجہ حرارت کی حد:	ایک دن میں سب سے زیادہ اور سب سے کم درجہ حرارت کے درمیان فرق۔
بارش:	پانی کی کوئی بھی شکل جو آسمان سے گرتی ہے، جیسے بارش، برف یا اولے۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ کو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

National Book Foundation

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد! کشورِ حسین شاد باد!
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد!

پاک سرزمین کا نظام قوّتِ اخوّتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت پائندہ تابندہ باد!
شاد باد منزلِ مراد!

پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال!

National Book Foundation

نیشنل بُک فاؤنڈیشن
بطور
وفاقی ٹیکسٹ بُک بورڈ، اسلام آباد